وہ کتاب جسے اقبال لکھنا چاہتے تھے

—— رحیم بخش شاہین

مقالہ نگار جناب رحیم بخش شاہین راولپنڈی کے ایک مقامی کالج میں لیکچرر ہیں۔ درس و تدریس کے علاوہ تحقیقی کاموں سے بہت شغف رکھتے ہیں۔ اقبالیات ان کا خاص موضوع ہے اور اس پر ان کا مطالعہ قابل رشک حد تک وسیع اور گہرا ہے۔

مضمون زیر نظر میں آپ نے علاّمہ اقبال کی مجوزہ اور تکمیل ناپذیر تصنیف کا تاریخی پس منظر بیان کرنے میں جس محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے اس کی داد نہ دینا سخت ناانصافی ہوگی۔ اس موضوع پر آپ کی بنیادی تحقیق نے درحقیقت مزید اطلاقی تحقیق کا راستہ ہموار کیا ہے۔ چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ علامہ مرحوم و مغفور نے کتاب کا جو خاکہ اور اہم نکات چھوڑے ہیں اُن پر علاّمہ ہی کی دیگر تحریروں کی مدد سے رنگ بھرا جائے۔ اگر اقبال اکیڈمی، بزم اقبال جیسے ادارے اس کام پر توجہ دیں تو یہ ایک بہت بڑی خدمت ہوگی۔

(مدیر)

وہ کتاب جسے اقبال لکھنا چاہتے تھے

تاریخی پس منظر

۲۵-۱۹۲۴ء کے قریب علامہ اقبال نے علامہ سید سلیمان ندوی کو جو خطوط لکھے ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال اجتہاد ایسے اہم علمی مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کر رہے تھے۔ اسی زمانے میں انہوں نے انگریزی میں ایک مقالہ "اجتہاد" پر لکھا اور مولانا عبدالماجد دریاآبادی کو بھیجا تاکہ وہ اس کے بارے میں اپنی رائے دیں۔ مولانا ماجد نے مقالے کے بارے میں جو رائے دی وہ خاصی مخالفانہ تھی علامہ اقبال نے مولانا ماجد کے نام اپنے مکتوب محررہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۵ء میں اس رائے پر یوں تبصرہ کیا ہے:-

"آپ کا نوٹ پڑھ کر مجھے بہت تعجب ہوا۔ معلوم ہوتا ہے عدیم الفرصتی کی وجہ سے آپ نے وہ مضمون بہت سرسری نظر سے دیکھا ہے۔ بہرحال میں آپ کا خط زیر نظر رکھوں گا۔ مضمون کا مسودہ ارسال فرمایئے۔"[1]

اس رائے پر غور کرنے کے نتیجے میں علامہ اقبال کو اپنی تحقیقات پر اطمینان نہ رہا۔ لہٰذا انہوں نے اس کی اشاعت کا خیال دل سے نکال دیا۔ ۲ ستمبر ۱۹۲۵ء کو صوفی غلام مصطفٰے تبسم کے نام ایک خط میں پہلے تو بڑی انکساری اور فراخدلی سے مذہبی معلومات میں کمی کا اظہار کرتے ہیں:-

"میری مذہبی معلومات کا دائرہ نہایت محدود ہے، البتہ فرصت کے اوقات میں میں اس بات کی کوشش کیا کرتا ہوں کہ ان معلومات میں اضافہ ہو۔ یہ بات زیادہ تر ذاتی اطمینان کے لئے ہے نہ تعلیم و تعلّم کی غرض سے"۔[2]

---

[1] اقبالنامہ مجموعہ مکاتیب اقبال حصہ اوّل مرتبہ شیخ عطاءاللہ ایم اے صفحہ ۲۳۸

[2] ایضاً صفحہ ۴۶

پھر لکھتے ہیں :-

"کچھ مدت ہوئی میں نے اجتہاد پر ایک مضمون لکھا تھا۔ مگر دورانِ تحریر میں اس کا احساس ہوا کہ یہ مضمون اس قدر آسان نہیں ہے جیسے میں نے اسے ابتدا میں تصور کیا تھا۔ اس پر تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ موجودہ صورت میں وہ مضمون اس قابل نہیں کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں کیونکہ بہت سی باتیں جن کو مفصل لکھنے کی ضرورت ہے اس مضمون میں نہایت مختصر طور پر اشارۃً بیان کی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اسے آج تک شائع نہیں کیا۔ اب میں انشاء اللہ اسے ایک کتاب کی صورت میں منتقل کرنے کی کوشش کروں گا۔ جس کا عنوان یہ ہوگا۔ (ISLAM AS I UNDERSTOOD IT) مقصود یہ ہے کہ کتاب کا مضمون میری ذاتی رائے تصور کیا جائے۔ جو ممکن ہے غلط ہو"۔ [1]

علامہ اقبال نے قریب قریب یہی عندیہ اس مضمون میں بیان کیا ہے جو انہوں نے ۱۸ مارچ ۱۹۲۶ء کو علامہ سید سلیمان ندوی کے نام تحریر کیا :-

"اس وقت سخت ضرورت اس بات کی ہے کہ فقہ اسلامی کی ایک مفصل تاریخ لکھی جائے۔ اس بحث پر مصر میں ایک چھوٹی سی کتاب شائع ہوئی تھی جو میری نظر سے گزری ہے مگر افسوس ہے کہ بہت مختصر ہے اور جن مسائل پر بحث کی ضرورت ہے مصنف نے ان کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اگر مولانا شبلی زندہ ہوتے تو میں ان سے ایسی کتاب لکھنے کی درخواست کرتا۔ موجودہ صورت میں سوائے آپ کے اس کام کو کون کرے گا۔ میں نے ایک رسالہ اجتہاد پر لکھا تھا مگر چونکہ میرا دل بعض امور کے متعلق خود مطمئن نہ تھا۔ اس واسطے اس کو اب تک شائع نہیں کیا"۔ [2]

لیکن علامہ اقبال بڑی سنجیدگی سے اس مسئلہ کے متعلقات کی تحقیق میں مصروف رہے سید سلیمان ندوی ہی کے نام ۷ / اپریل ۱۹۲۶ء کو رقمطراز ہیں :-

---

[1] اقبالنامہ مجموعہ مکاتیب اقبال حصہ اول مرتبہ شیخ عطاء اللہ ایم اے صفحات ۴۶، ۴۷

[2] ایضاً صفحات ۱۴۲، ۱۴۳

"عبادات کے متعلق کوئی ترمیم و تنسیخ میرے پیش نظر نہیں ہے بلکہ میں نے اپنے مضمون اجتہاد میں ان کی ازلیت و ابدیت پر دلائل قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہاں معاملات کے متعلق بعض سوالات دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں چونکہ شریعت احادیث (یعنی وہ احادیث جن کا تعلق معاملات سے ہے) کا مشکل سوال پیدا ہو جاتا ہے اور ابھی تک میرا دل اپنی تحقیقات سے مطمئن نہیں ہوا اس واسطے وہ مضمون شائع نہیں کیا گیا۔ میرا مقصود یہ ہے کہ زمانہ حال کے جو اس پروڈنس کی روشنی میں اسلامی معاملات کا مطالعہ کیا جائے مگر غلامانہ انداز میں نہیں بلکہ ناقدانہ انداز میں۔ اس سے پہلے مسلمانوں نے عقائد کے متعلق ایسا ہی کیا ہے"۔[1]

بہر حال دسمبر ۱۹۲۸ء کے آخری ایام میں علامہ اقبال جب مدراس مسلم ایسوسی ایشن کے بانی سیٹھ محمد جمال کی دعوت پر مدراس (جنوبی ہند) تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں تین لیکچر دیئے جو بعد میں آپ کی معرکہ آرا تصنیف تشکیل جدید الہیات اسلامیہ RECONTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM میں شامل ہوئے۔ اس کتاب کا چھٹا خطبہ " اجتہاد فی الاسلام " کے موضوع پر ہے۔ یہ کہنا تو بہت مشکل ہے کہ مذکورہ تین خطبات میں یہ بھی شامل تھا یا نہیں۔ تاہم اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی اشاعت اوّل (۱۹۳۰ء) تک علامہ یہ خطبہ ضرور تیار کر چکے تھے۔ لیکن وہ صرف اس خطبے پر اکتفا کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے اب یہ ارادہ کیا کہ اگر " اجتہاد " پر کتاب تیار نہیں ہو سکتی تو قرآن مجید کے حواشی (INTRODUCTION TO THE STUDY OF QURAN) یا (AID TO THE STUDY OF QURAN) لکھ دیئے جائیں۔ علامہ اقبال کے اس ارادے کے بارے میں عبدالرشید طارق صاحب اپنے مضمون " مئے شبانہ " میں لکھتے ہیں:۔

" (اقبال نے فرمایا) ذرا صحت اچھی ہو تو لکھنا شروع کروں گا۔ چاہتا ہوں کہ کوئی پڑھا لکھا وسیع النظر اور صحیح المشرب فاضل دیوبند میسر آجائے، مجھے حوالہ جات تلاش کر کے دیتا رہے اور لکھتا جائے۔ انگریزی سے واقف ہو تو نہایت ہی اچھی بات ہے۔ میں تنخواہ بھی دینے کو تیار ہوں۔ ایک بار کتاب شروع کی تو انشاء اللہ اسلام کے بارے میں یورپ کی تمام

---

[1] اقبالنامہ مجموعہ مکاتیب اقبال حصہ اوّل مرتبہ شیخ عطاء اللہ ایم اے صفحات ۱۴۶، ۱۴۷

(THEORIES) کو توڑ پھوڑ کر رکھ دوں گا۔ ارادہ ہے کہ قانون کی تمام کتابیں بیچ کر فقہ، حدیث اور تفاسیر خرید کروں۔ یہ اب میرے کس کام کی ہیں۔"[1]

جناب خواجہ عبدالوحید مرحوم نے علامہ اقبال سے متعلق اپنی ذاتی ڈائری شائع کروائی ہے۔ ۸ اکتوبر ۱۹۳۴ء کی ڈائری میں لکھتے ہیں:۔

ایک بہت بڑی خوشخبری آپ نے یہ سنائی کہ "میرے دل میں اس بات کی بڑی زبردست خواہش تھی کہ قرآن پر اپنے خیالات تفصیل سے ایک کتاب میں کر دوں"۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے خیالات کا اظہار بڑی تفصیل سے اپنے اشعار میں کر دیا ہے۔ لیکن ابھی میرے دل میں اس سے بھی بڑی ایک چیز ہے جو قرآن حکیم کی شرح کی صورت میں ظاہر کرنے کی آرزو رکھتا ہوں۔" اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اس کام کو ایک ہی صورت میں یکسوئی کے ساتھ کر سکتے ہیں کہ کم از کم پانچ سال کے ان کو افکار روزگار سے فرصت مل جائے۔"[2]

۳۱ جنوری ۱۹۳۵ء کو علامہ اقبال جب سر راس مسعود کی دعوت پر بھوپال تشریف لے گئے تو دوسرے دن نواب حمید اللہ خان والئ بھوپال سے ملاقات ہوئی۔ جس کی تفصیل سر راس مسعود کے پرسنل سیکرٹری ممنون حسن خان نے بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

.......اس کے بعد گفتگو کا موضوع بدل گیا ——— نواب صاحب نے

AN INTERPRETATION OF HOLY QURAN

IN THE HIGHT OF MODERN PHILOSOPHY

کے بارے میں دریافت کیا۔ علامہ اقبال نے بتایا کہ اس کتاب کا خاکہ میرے ذہن میں ہے، کچھ تیار بھی کیا ہے لیکن کچھ کتابیں بیرون ملک میں ہیں انہیں دیکھ لینا چاہتا ہوں۔ مجھے آکسفورڈ اور کیمبرج میں EXTENSIVE LECTURE کے لئے بلایا جا رہا ہے۔ اگر میں وہاں گیا تو ان کتابوں کو دیکھنے کی کوشش بھی کروں گا۔ نواب صاحب نے کہا کہ اگر یہ کتاب مکمل ہو جائے تو ساری

---

[1] اقبالیات کا تنقیدی جائزہ از اختر میاں جوناگڑھی صفحات ۲۸، ۲۹

[2] مجلہ "دبستانِ اقبال" مرتبہ پروفیسر ایم آئی ملک صفحہ ۶۴

ملتِ اسلامیہ بلکہ ساری دُنیا کے لوگ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور آپ نے مجھے جو تحفے دیئے ہیں ان سب میں سے بڑا تحفہ ہوگا اگر اس میں کچھ امداد کی ضرورت ہو تو جیسا کہ میں نے مسعود سے کہا ہے ہر طرح کی امداد کے لئے تیار ہوں۔"[1]

علامہ اقبال کو معلوم ہوا کہ ان کے مخلص دوست سر راس مسعود ان کی مالی اعانت کے لیے نواب بھوپال کو آمادہ کر رہے ہیں تو آپ نے ۲۶ اپریل ۱۹۳۵ء کو راس مسعود کے نام مکتوب میں لکھا۔

"مجھے کچھ عرصہ پہلے تو اس خیال سے مسرت تھی کہ آپ کے اس کوشش میں کامیاب ہونے کی قوی اُمید تھی اور اس طرح میرے لئے ممکن ہو سکتا تھا کہ میں قرآن کریم پر عہدِ حاضر کے افکار کی روشنی میں اپنے وہ نوٹ تیار کر لیتا جو عرصہ سے میرے زیرِ غور ہیں۔ لیکن اب تو نہ معلوم کیوں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ اگر مجھے حیاتِ مستعار کی بقیہ گھڑیاں وقف کر دینے کا سامان میسر آجائے تو میں سمجھتا ہوں قرآن کریم کے ان نوٹوں سے بہتر میں کوئی پیش کش مسلمانانِ عالم کو نہیں کر سکتا۔ بہرحال دیدہ باید، ہر امر اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اگر عالمِ جدید میں اسلام کی اس خدمت کا شرف میرے لئے مقدر ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کے لئے ضروری ذرائع بہم پہنچا دے گا۔"[2]

جوں جوں وقت گزرتا چلا جا رہا تھا علامہ اقبال اس کام کو سرانجام دینے کے لئے مضطرب ہو رہے تھے۔ ۳۰ مئی ۱۹۳۵ء کو سر راس مسعود کے نام خط میں لکھتے ہیں:۔

"چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں، تمنا ہے مرنے سے پہلے قرآنِ کریم سے متعلق اپنے خیالات قلمبند کر جاؤں جو تھوڑی سی ہمت اور طاقت بھی مجھ میں باقی ہے اسے اسی خدمت کے لیے وقف کر دینا چاہتا ہوں تاکہ قیامت کے دن آپ کے جدِ امجد (حضور نبی کریمؐ) کی زیارت مجھے اس اطمینان سے میسر ہو کہ اس عظیم الشان دین کی جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم تک پہنچایا کوئی خدمت بجا لا سکا۔"[3]

---

[1] اقبال اور بھوپال مرتبہ صہبا لکھنوی ۵۶

[2] اقبال نامہ مجموعہ مکاتیبِ اقبال حصہ اوّل مرتبہ شیخ عطاء اللہ ایم اے صفحات ۳۵۷ - ۳۵۸

[3] ایضاً صفحات ۳۶۱، ۳۶۲ -

سر راس مسعود کی مخلصانہ کوششیں رنگ لائیں۔ نواب حمید اللہ خان والئ بھوپال نے مئی ۱۹۳۵ء میں علامہ اقبال کی پانچ سو روپے ماہانہ تا حیات پنشن مقرر کر دی تو علامہ نے یکم جون ۱۹۳۵ء کو سید نذیر نیازی کو لکھا۔

"اعلیحضرت نواب صاحب نے میری لائف پنشن پانچ (سو) روپیہ ماہوار مقرر کر دی ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ انہوں نے میرے ساتھ عین وقت پر سلوک کیا۔ اب اگر صحت اچھی رہی تو بقیہ ایام قرآن شریف پر نوٹ لکھنے میں صرف کروں گا۔" [1]

جناب سید نذیر نیازی اس خط میں مذکور قرآن شریف کے نوٹ پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"۱۹۳۵ء میں جب اعلیحضرت نواب صاحب بھوپال نے حضرت علامہ کی لائف پنشن مقرر کر دی اور حضرت علامہ نے راقم الحروف کو اس کی اطلاع کی تو اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا " اب اگر صحت اچھی رہی تو بقیہ ایام قرآن شریف کے نوٹ لکھنے پر صرف کروں گا" یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ قرآن مجید کے ان تفصیلی حواشی کی تکمیل جب ہی ممکن تھی جب حضرت علامہ کو صحت ہو جاتی۔ مگر اس کے باوجود لوگ دریافت کرتے ہیں کہ اس قسم کے کچھ حواشی کیا پہلے سے لکھے ہوئے موجود تھے، یا ان کا کچھ حصہ بعد میں لکھا گیا، یا نہیں تو اگر یہ حاشیے لکھے جاتے تو ان کی نوعیت کیا ہوتی؟ کیا حضرت علامہ اپنے ذہن میں مطالب قرآنی کا کوئی خاص نقشہ قائم کر چکے تھے؟ ان کے خیالات اس سلسلے میں کیا تھے؟ یہ سوالات نہایت ضروری ہیں اور قوم کا ذوقِ تجسس بجا طور پر اس امر کا مقتضی ہے کہ ان کا کوئی ٹھیک ٹھیک جواب مل سکے۔ بالخصوص اس لئے کہ ناقدین کی رائے کچھ بھی ہو حضرت علامہ کا اپنا ارشاد یہی تھا کہ ان کے افکار کا سر چشمہ قرآن پاک اور اسوۂ حضور رسالتمآب صلعم کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ اسی ذاتِ گرامی سے جس پر قرآن مجید نازل ہوا، والہانہ عشق و محبت کا تعلق تھا جس کی بدولت کتاب — کتاب اللہ — کی حکمت ان پر عیاں ہوئی۔ پس چہ باید کرد کے یہ اشعار کس کی نظر سے نہیں گزرے۔

در جہان ذکر و فکر انس و جاں
تو صلوٰۃ صبح تو بانگ اذاں

---

[1] مکتوبات اقبال بنام سید نذیر زیدی صفحات ۲۷۶، ۲۷۷

ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی
قطرہ و دریا طوفانم توئی
گرد تو گردد حریم کائنات
از تو خواہم یک نگاہِ التفات

قرآن پاک سے حضرت علامہ کو جو عشق تھا اور اس کا مطالعہ انہوں نے جس محنت اور کاوش سے کیا تھا وہ کوئی ایسی بات نہیں جس سے لوگ ناواقف ہوں۔ ان کی طالب علمی اور ابتدائی زمانے کے دوست بھی اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ بڑے سحر خیز تھے۔ فجر کی نماز اوّل وقت میں ادا کرتے اور پھر قرآن مجید کی تلاوت بڑے ذوق و شوق سے فرماتے۔ اپنی آخری علالت میں جب ان کی آواز بیٹھ گئی اور کچھ گلے کی تکلیف، کچھ حبسِ دم کے باعث تلاوتِ قرآن کا سلسلہ چھوٹ گیا تو انہوں نے کس حسرت سے کہا:

در نفس سوز جگر باقی نماند
لطفِ قرآنِ سحر باقی نماند

علی بخش ان کے مدت العمر کے ملازم کا بھی، جو ہمیشہ ان کے ساتھ سایہ کی طرح لگا رہا، یہی بیان ہے کہ فجر کی نماز کے لئے اسے وضو اور جائے نماز کا اہتمام سونے سے پہلے ہی کرنا ہوتا تھا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ تعلیماتِ قرآنی کے بارے میں ان کا ایک خاص نقطہ نظر تھا جس کی اپنے اشعار اور خطبات میں انہوں نے وضاحت بھی کی لیکن جہاں تک ان تفسیری حاشیوں کا تعلق ہے وہ کبھی سپردِ قلم نہیں ہوئے اور اس کی وجہ ظاہر ہے یعنی علالت۔ البتہ اس سلسلے میں ان کی دو ایک تحریریں ضرور دستیاب ہوئیں اور وہ شاید اب اقبال اکیڈیمی کے پاس محفوظ ہیں۔ ایک تحریر میں تو فقہ اسلامی کی بحث میں بعض قرآنی مصطلحات مذکور ہیں۔ دوسری تحریر صرف چند ایک قرآنی مصطلحات پر مشتمل ہے۔ لیکن ان دونوں تحریروں کی حیثیت حواشی کی نہیں۔ حضرت علامہ نے ان تحریروں میں کوئی جملہ بھی رقم نہیں فرمایا، صرف چند الفاظ مستفسرانہ انداز میں لکھے ہیں۔ جس سے کچھ مترشح ہوتا ہے تو یہی کہ انہوں نے یادداشت کے لئے چند ایک باتیں بطور اشارات لکھ لی تھیں۔ رہا یہ امر کہ وہ ان باتوں کی تشریح اور تفصیل کس انداز میں اور کس نہج پر کرتے اور اس کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ الّا یہ کہ ان کی روزمرہ گفتگوؤں یا ان ارشادات سے جو وقتاً فوقتاً انہوں نے اس سلسلے میں فرمائے، سامعین کو ان کے خیالات کا شاید ایک حد تک اندازہ

ہو سکے۔ کوئی بھی بحث ہو اس کا خاتمہ اس پر ہوتا تھا کہ قرآن پاک کا ارشاد اس سلسلے میں کیا ہے یا یہ کہ حضور رسالتمآب صلعم نے اس بارے میں کیا طرزِ عمل اختیار کیا تھا۔ بسا اوقات وہ یہ بھی فرماتے کہ قرآن مجید کا مطالعہ کس نہج پر کرنا چاہیئے اور پھر باتوں باتوں میں تعلیماتِ قرآنی کی طرف بڑے لطیف اشارات کر جاتے۔ مختصراً یہ کہ ان کے ذہن میں تعلیماتِ قرآنی کو ایک باقاعدہ شکل میں پیش کرنے کا تصوّر تو ضرور تھا لیکن بہ سبب علالت وہ اپنا یہ ارادہ پورا نہ کر سکے جس کا ہمیشہ افسوس رہے گا۔ چنانچہ راقم الحروف نے اکثر محسوس کیا کہ ان کے پیشِ نظر شاید یہی ایک مسئلہ تھا جس پر وہ انتہائی تجسّس اور تحقیق سے قلم اٹھانا چاہتے ہیں۔ رسالہ اُردو کے اقبال نمبر میں میں اپنے مضمون اقبال کی آخری علالت میں اس امر کی طرف اشارہ بھی کر چکا ہوں کہ ان کا ذہن کس طرح ہر وقت اسی فکر میں الجھا رہتا تھا۔" ؎۱

خواجہ عبدالوحید صاحب جن کی ذاتی ڈائری کا ذکر پہلے آ چکا ہے، اپنی ڈائری میں ۴ جولائی ۱۹۳۵ء کو رقمطراز ہیں :۔

"حضرت علامہ کی تمام گفت گو بڑے دقیق فلسفیانہ موضوعات پر تھی۔ آپ نے نبوّت پر عمومی اور نبوتِ محمدیہ پر خصوصی طور پر روشنی ڈالی۔ حضرت علامہ کا پختہ خیال ہے کہ نبوتِ محمدیہ کی معنوی حیثیت کو ابھی تک انسان نہیں سمجھا۔ ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ بعض بزرگانِ سلف بھی اس کی کُنہ کو نہیں پہونچے۔ وہ مدعی تھے کہ خود ان کو اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور اس موضوع پر وہ تفصیل سے اپنی مجوزہ کتاب " تمہید القرآن" میں روشنی ڈالیں گے"۔ ؎۲

۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء کو بھوپال سے ڈاکٹر تاثیر کو لکھتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال نے نہایت دردمندی سے میرا علاج کرایا ہے۔ اس کے علاوہ جب ان کو سر راس مسعود سے معلوم ہوا کہ میں ایک کتاب مقدمۃ القرآن لکھنا چاہتا ہوں تو اس ارادے کی تکمیل کے لیے مجھے انہوں نے تاحیات پانچ سو روپیہ ماہوار کی لٹریری پنشن

؎۱ مکتوباتِ اقبال بنام سید نذیر نیازی صفحات ۳۴۴، ۳۴۵

؎۲ مجلہ " دبستانِ اقبال" مرتبہ پروفیسر ایم آئی ملک صفحہ ۶۸

عطا فرمائی ہے۔ آپ کو شاید اس کا علم اخباروں سے ہوگیا ہوگا۔ اب ذرا صحت اچھی ہو لے تو اس کتاب کو لکھنا شروع کروں گا۔ اسی سال کے دوران میں امید ہے "صور اسرافیل" بھی ختم ہو جائے گی۔ پھر کچھ مدت کے لئے مقدمۃ القرآن کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دوں گا۔"[1]

اسی کتاب میں وہ قوانین اسلام کو بھی زیر بحث لانا چاہتے تھے۔ یعنی وہی "اجتہاد" کے موضوع پر لکھنے کی خواہش بدستور ان کے نہاں خانۂ دل میں موجود تھی۔ ۷ اگست ۱۹۳۶ء کو سید سلیمان ندوی کے نام خط میں رقمطراز ہیں:۔

"انشاء اللہ موسم سرما میں وہ انگریزی کتاب لکھنا شروع کروں گا۔ جس کا وعدہ میں نے اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال سے کر رکھا ہے۔ اس میں آپ کے مشورہ کی ضرورت ہے۔ بدور البازغہ بھی اسی مطلب کے لئے منگوائی ہے۔ اس کتاب میں زیادہ تر قوانین اسلام سے بحث ہوگی کہ اس وقت اسی کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس کے متعلق جو کتب آپ کے ذہن میں ہیں مہربانی کرکے انکے ناموں سے آگاہ فرمایئے اور یہ بھی فرمایئے کہ کہاں کہاں سے دستیاب ہوں گی۔"[2]

یہ خط علامہ کے اس احساس کی ترجمانی کرتا ہے کہ عہد حاضر میں تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کی طرح فقہ اسلامی کی تشکیل جدید بہت ضروری ہے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے یورپ اور مصر کی بعض مطبوعات بھی فراہم کرنا شروع کر دی تھیں اور ابتدائی خاکہ بھی تیار کر چکے تھے۔ لیکن جیسا کہ خواجہ غلام السیدین کے نام ۱۱ ستمبر ۱۹۳۷ء کے ایک خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کام ضعفِ بصارت کی وجہ سے سرانجام نہ پا سکا:۔

"اسلامی اصول فقہ کے متعلق ایک کتاب لکھنے کا ارادہ تھا لیکن اب یہ اُمید موہوم معلوم ہوتی ہے"[3]

مولانا عبدالمجید سالک لکھتے ہیں:۔

"وہ جوانی ہی کے زمانے میں محسوس کر چکے تھے کہ اگر اسلام کو ایک ضابطۂ حیات کی حیثیت سے

---

[1] انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار صفحہ ۲۰۶
خط کی تاریخ غلط معلوم ہوتی ہے ۱۹۳۰ء کی بجائے ۱۹۳۵ء درست ہے کیونکہ پنشن مئی ۱۹۳۵ء میں جاری ہوئی تھی۔

[2] اقبالنامہ مجموعہ مکاتیب اقبال حصہ اول مرتبہ شیخ عطاءاللہ ایم اے صفحہ ۱۹۹

[3] ایضاً صفحہ ۳۲۰

آج کل کے زمانے میں کامیاب و آبرومند بنانا ہے تو اس کا طریقہ یہی ہے کہ زمانہ حال کے "جورس پروڈنس" یعنی اصول قانون کی روشنی میں شرع اسلامی کے اساسات دُنیا کے سامنے پیش کئے جائیں اور دلیل و بُرہان سے اصول فقہ اسلامی کی برتری آج کل کے قانون پر ثابت کی جائے۔ مجوزہ کتاب کا نام تھا (CONSTRUCTION OF ISLAMC JURIS PRUDENCE) انہوں نے بارہا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ ایک کتاب لکھیں گے۔ جس کا نام ہوگا ISLAM AS I UNDERSTOOD IT (یعنی اسلام میرے نقطہ نظر سے) جس میں اسلام پر ایک جدید تعلیم یافتہ سائنس دان اور فلسفی کے زاویۂ نگاہ سے روشنی ڈالی جائے گی اور ایسی زبان اختیار کی جائے گی جسے زمانہ حال کے علمی حلقے سمجھتے ہیں۔"

"اواخر حیات میں قریب قریب ہر روز یہی ذکر رہتا تھا کہ میں ایک کتاب لکھ کر چھوڑوں گا۔ جس کا منشا یہ ہوگا کہ پڑھنے والوں کے دلوں میں مطالعہ قرآن کا صحیح ذوق پیدا ہو جائے اور جتنے نظریئے یورپ کے مستشرقین نے قرآن اور ادبیات اسلامی کے متعلق قائم کر رکھے ہیں وہ سب کے سب خاک میں مل جائیں گے۔ اس کتاب کا نام کبھی کبھی AIDS TO THE STUDY OF QURAN بتایا کرتے تھے۔" [1]

اس مقصد کے لئے علامہ اقبال نے ہندوستان کے ممتاز علماء کو دعوت دی کہ وہ ان کے منصوبہ کے مطابق فقہ پر تحقیقی کام میں ان کی مدد کریں۔ چوہدری نیاز علی خان صاحب (جنہوں نے علامہ کے کہنے پر پٹھان کوٹ میں ایک زمین وقف کی تھی اور جہاں بعد میں مولانا مودودی صاحب نے اسلام کے فکری محاذ کا اجراء کیا تھا) مولانا مودودی کے حیدرآباد دکن چھوڑ کر پٹھانکوٹ آنے کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

"میرا خیال ہے حضرت علامہ ایک کتاب فقہ اسلامی پر لکھنا چاہتے تھے اور اس کے لئے ان کو ایک اچھے صاحب قلم عالم کی ضرورت تھی۔ مگر ان کے کہنے پر مولانا صاحب نے انکار کر دیا تھا کہ

---

[1] ذکر اقبال از عبدالمجید سالک صفحات ۲۱۱، ۲۱۲

وہ ایک کام میں لگ چکے ہیں اُسے چھوڑ نہیں سکتے"۔ ؎

علامہ اقبال کے قلب و ذہن پر اس خواہش کا غلبہ کس قدر تھا، اس کا اندازہ شاید اس اقتباس کے مطالعے سے ممکن ہو جو مشہور ماہر تعلیم ڈاکٹر سید عبداللطیف کے مضمون " ایک گنج گرانمایہ کی تلاش " سے لیا گیا ہے:

"ستمبر یا اکتوبر ۱۹۳۷ء کا ذکر ہے کہ میں اپنے قدیم دوست مرحوم مولوی عبدالحق (بابائے اُردو) کے ہمراہ ایک کانفرنس میں شرکت کے لئے علی گڑھ گیا ہوا تھا۔ یہاں مجھے ڈاکٹر اقبال کا ایک خط ملا۔ جس میں انہوں نے اپنی گرتی ہوئی صحت کا ذکر کیا تھا اور یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ میں علی گڑھ سے براہِ راست لاہور چلا آؤں اور کم از کم دو ہفتے ان کے ساتھ گزاروں تو انہیں بڑی خوشی ہوگی۔ چنانچہ میں علی گڑھ سے سیدھا لاہور پہنچا اور کوئی تین ہفتے ان کے ساتھ رہا۔ میرا بستر انہیں کے کمرہ میں کیا گیا تھا۔ اس قیام کی یاد ابھی تک میرے دل میں تازہ ہے۔

اس دوران میں انہوں نے مجھ سے خواہش کی کہ میں ایک معتدبہ مدت کے لئے لاہور میں سکونت اختیار کروں تاکہ ایک طرف اسلامیہ کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے ان کی کچھ خدمت کر سکوں اور دوسری طرف ان کے ایک منصوبہ میں ان کی مدد کر سکوں، وہ منصوبہ یہ تھا:۔

انہوں نے اسلامی اصول فقہ کی تجدید کے مسئلہ پر اپنی فکر کے نتائج کو نوٹس کی شکل میں قلمبند کیا تھا۔ یہ نوٹس انگریزی میں تھے لیکن وہ یہ محسوس کر رہے تھے کہ اپنی گرتی ہوئی صحت کے زمانہ میں ان نوٹس کی ترتیب و تہذیب اور انہیں کوئی قطعی شکل دینا اور شائع کرنا ان کے لئے دقت سے خالی نہیں۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ میں اس کام میں ان کا ہاتھ بٹاؤں۔

میں بہت خوشی سے اس کام کو انجام دینے کے لئے آمادہ تھا، لیکن ایک دشواری میری راہ میں حائل تھی۔ ان دنوں میری اہلیہ مرحومہ ایک عرصہ سے بیمار تھیں اور ایسے وقت میرا حیدرآباد سے باہر رہنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے یہ تجویز پیش کی کہ بیمار کی حالت بہتر ہو جائے تو میں چند دن کے لئے لاہور آ سکوں گا اور ان نوٹس کو ان کی حسب خواہش ترتیب دوں گا لیکن انہوں نے کہا کہ بیمار کا علاج لاہور میں بھی خاطر خواہ کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ماڈل ٹاؤن میں جہاں کی

؎ کیا مولانا مودودی علامہ اقبال کی دعوت پر پنجاب آئے تھے؟ از عابد نظامی مندرجہ ہفت روزہ "ایشیا" لاہور ۱۹ اپریل ۱۹۷۰ء

آب وہوا بہت اچھی ہے میرے لئے ایک مکان کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔" [۱]

اسی پر بس نہیں بلکہ علامہ نے ڈاکٹر صاحب کو میاں محمد شفیع صاحب کی ہمراہی میں مکان منتخب کرنے کے لئے بھیجا۔ واپسی پر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ وہ اپنی بیوی کی مرضی معلوم کریں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیوی حیدرآباد سے لاہور آنے پر رضامند نہیں ہوئیں لہٰذا ڈاکٹر صاحب یہ کام نہ کرسکے جس کا انہیں بہت افسوس رہا۔

ادھر علامہ اقبال کی وفات کے ساتھ ہی یہ خبر مشہور ہوگئی تھی کہ وہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ایک ایسی کتاب لکھنے کا عزم رکھتے تھے جس میں حقیقت اسلام اور اسلامی قوانین وغیرہ موضوعات پر بحث کرنا چاہتے تھے۔ بعض لوگوں کے خیال میں علامہ نے اس کتاب کا بیشتر حصہ لکھ بھی لیا تھا لیکن زیادہ باخبر حضرات نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اس کتاب کے صرف عنوانات اور ابواب قائم کئے اور ان کے ساتھ کچھ تشریحی نکات لکھے تھے۔

۱۹۵۵ء کے قریب چوہدری غلام احمد پرویز کو اخبارات کے ذریعے معلوم ہوا کہ پنجاب اسمبلی کے سابق رکن میاں محمد شفیع صاحب نے علامہ اقبال کے اپنے ہاتھوں کے لکھے ہوئے کچھ نوٹس اقبال اکیڈیمی کراچی کو دیئے ہیں جو مذکورہ کتاب کے متعلق ہیں تو انہوں نے ان نوٹس کی ایک نقل ممتاز حسن صاحب سکریٹری وزارت مالیات حکومت پاکستان کی حسن وساطت سے لی اور ہفت روزہ "طلوعِ اسلام" میں ان نوٹس کا ترجمہ شائع کیا۔ میاں محمد شفیع صاحب نے ان نوٹس کا تعارف جن لفظوں میں کرایا ہے وہ یوں ہے۔

"۱۹۳۷ء میں جب مجھے حضرت علامہ اقبال کے کاتب کی حیثیت سے کام کرنے کی سعادت حاصل تھی انہوں نے مجھے چند کاغذات مرحمت فرمائے جس میں خود ان کے قلم سے کچھ نوٹس لکھے ہوئے تھے یہ نوٹس اس کتاب سے متعلق تھے جس کی تصنیف ان دنوں ان کے پیش نظر تھی اس کتاب کا نام تھا

" INTRODUCTION TO THE STUDY OF ISLAM "

اور اس میں اسلامی فقہ کو خاص طور پر پیش نظر رکھنا مقصود تھا۔ چونکہ ان کی بینائی دن بدن کمزور ہورہی تھی اس لئے ان کا ارادہ تھا کہ اپنی زیر نظر کتاب کو مجھے املا کرادیں۔ یہ کتاب اسلامی،

---

[۱] ہفت روزہ "چٹان" لاہور ۱۹ر جون ۱۹۶۷ء

سیاست اور فقہ کے متعلق ایک عدیم النظیر کوشش کا مظہر بننے والی تھی لیکن افسوس کہ ان کی صحت اس تیزی سے خراب ہوتی گئی کہ وہ اپنے اس ارادہ کو عملی شکل نہ دے سکے حتیٰ کہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو ان کی شمع حیات بجھ گئی۔ (واضح رہے کہ حضرت علامہ کی خدمت میں اس کتاب کی تصنیف کی تجویز "والیِ بھوپال" نے پیش کی تھی)

اس وقت سے یہ نوٹس میرے پاس تھے اور میں نے ملّی امانت کے طور پر ان کی حفاظت کی۔ ایک دفعہ میں نے قائدِاعظم مرحوم سے بھی عرض کیا تھا کہ میرے پاس اس قسم کے نوٹس ہیں تو انہوں نے ۲۴ مارچ ۱۹۴۳ء کو مجھے جواب میں لکھا کہ :-

"فقہ اسلامی کی تشکیلِ جدید کے متعلق اقبال جو کتاب لکھنا چاہتے تھے میں اس کے متعلق ان کے نوٹس دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے بعد میں اس پر غور کر سکوں کہ کون سی قابل شخصیت ایسی ہے جو اس کام کی تکمیل کر سکے گی۔ چونکہ موضوع کا تعلق فقہ اسلامی سے ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے کسی قانون دان کی ضرورت ہوگی۔"

چونکہ حضرت علامہ کے یہ نوٹس پنسل سے لکھے ہوئے تھے۔ اس لئے مرورِ زمانہ سے ان کے نقوش مدہم پڑتے چلے جا رہے تھے۔ ۱۹۴۸ء میں جب میں سنٹرل جیل ملتان میں نظر بند تھا تو میں نے ان نوٹس کو اپنے قلم سے الگ لکھ لیا۔ اب میں یہ نوٹس بغیر کسی قسم کے ردّ و بدل کے قوم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، اس امید کے ساتھ کہ جو حضرات اس کی استعداد رکھتے ہوں وہ حکیم الامت کی منشا کے مطابق ایک ایسی کتاب کی تصنیف کر سکیں جو حیاتِ ملی میں ایک زندہ عنصر کی حیثیت رکھتی ہیں[1]۔"

ادارہ طلوعِ اسلام نے نوٹس کا ترجمہ دینے سے پیشتر نوٹس کی کیفیت پر جو تبصرہ کیا ہے اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے :-

"واضح رہے کہ علامہ اقبال نے اپنی پیشِ نظر کتاب کے محض عنوانات لکھے تھے اور کہیں کہیں ایک ایک دو دو لفظوں میں یہ بھی لکھ لیا تھا کہ فلاں عنوان کے تحت کیا کچھ لکھا جائے گا۔ اس سے زیادہ ان نوٹس میں انہوں نے کچھ نہیں لکھا۔ ان نوٹس کو پھیلا کر ایک مضمون بھی مرتب کیا

---

[1] ہفت روزہ "طلوعِ اسلام" بابت ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء

جا سکتا تھا لیکن ہم ان نوٹس کو بغیر کسی قسم کی تشریح و اضافہ کے ان کی اصل شکل میں قارئین کے سامنے پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ جو کچھ حضرت علامہ نے لکھا ہے اس پر کسی دوسرے کا خیال اثر انداز نہ ہو۔ بعض مقامات پر بات مبہم رہ گئی ہے، اس لئے کہ حضرت علامہ نے ان نوٹس کو محض اپنی یادداشت کے لئے لکھا تھا۔ نیز بعض مقامات پر ان کی تکرار ہو گئی ہے جس سے مترشح ہوتا ہے کہ اس ضمن میں جو جو باتیں ان کے ذہن میں آتی رہتی تھیں وہ انہیں بطور یادداشت نوٹ کرتے رہتے تھے۔ بہرحال ان نوٹس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ (اصل انگریزی زبان میں ہے)

علامہ اقبال کے کسی مضمون کا ترجمہ کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے، ارباب علم اس سے واقف ہیں۔ لیکن جہاں صورت یہ ہو کہ انہوں نے اپنا مافی الضمیر فقروں نہیں بلکہ متفرق الفاظ اور اشارات میں ادا کیا ہو اس کا ترجمہ جس قدر مشکل ہوگا اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بہرحال ہم نے کوشش کی ہے کہ ترجمہ میں ان کا مفہوم سامنے آ جائے"۔ لہ

ادارہ طلوع اسلام کا یہ تبصرہ اور نوٹس کے ترجمے کی دقتوں کا ذکر قابل قبول ہے لیکن اصل چیز تو مسودہ کے الفاظ کا صحیح صحیح نقل کرنا ہے۔ ترجمانی وغیرہ تو بعد کی باتیں ہیں اور بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ادارہ نے اس اہم کام کی طرف بالکل توجہ نہیں دی اور غالباً عجلت یا رواداری میں اس کا ترجمہ پیش کر دیا جو کسی صورت بھی معیاری کہلانے کے لائق نہیں بلکہ بعض مقامات پر تو بات کچھ کی کچھ بن گئی ہے۔

نوٹس کو صحیح صحیح نقل کرنے کی ایک اور کوشش مشہور ماہر اقبالیات جناب عبدالواحد معینی نے کی ہے۔ انہوں نے اپنی مرتب کردہ کتاب "THOUGHTS AND REFLECTIONS OF IQBAL" میں چودھری غلام احمد پرویز کی اس کاوش پر یوں اظہار کیا ہے:-

In the Tulu-i-Islam of 22nd October, 1958 Chaudhry Ghulam Ahmed Pervez, the Editor, published a translation of these notes. This translation differs in important details from the notes as reproduced here, especially as it is more detailed

---

لہ ہفت روزہ "طلوع اسلام" بابت ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء

in parts. And it is very difficult to say if the additional notes which form a part of the translation were also written by Iqbal.[1]

لیکن جناب عبدالواحد کا اعتراض درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ نوٹس کے حصول کے ذرائع میاں محمد شفیع اور ممتاز حسن صاحبان نے غالباً کبھی یہ نہیں کہا کہ "طلوع اسلام" میں نوٹس کا کچھ حصہ ایسا چھپ گیا ہے جو اصل نوٹس میں شامل نہیں۔ بلکہ جناب ممتاز حسن نے بشیر احمد ڈار صاحب کی کتاب " LETTERS & WRITINGS OF IQBAL " کا پیش لفظ لکھا ہے اور نوٹس کی اس حیثیت پر لب کشائی نہیں کی حالانکہ ڈار صاحب نے علامہ اقبال کے خود نوشت نوٹس کی جو نقل کی ہے وہ بڑی حد تک وہی ہے جس کا ترجمہ (اچھا یا بُرا) ادارہ طلوع اسلام نے کیا ہے۔

مجلہ "ہمایوں" لاہور، شمارہ دسمبر ۱۹۵۵ء کے صفحات ۷۵۶ تا ۷۵۹ پر میاں محمد شفیع صاحب کا ایک مضمون "وہ کتاب جسے اقبال لکھنا چاہتے تھے" شائع ہوا۔ اس مضمون میں اقبال کی مجوزہ کتاب " INTRODUCTION TO THE STUDY OF ISLAM " کے انگریزی میں پنسل سے لکھے ہوئے نوٹس اور مضمون کا اردو میں ترجمہ پیش کیا ہے[2]۔ یہ مضمون میری نظر سے نہیں گزرا۔ بہرحال میں اس کی تلاش میں تھا کہ میری نظر سے "علامہ اقبال بھوپال میں" گزری۔ اگرچہ ۱۹۶۷ء میں علوی پریس بھوپال سے جناب عبدالقوی دیسنوی کی تالیف "علامہ اقبال بھوپال میں" شائع ہوئی۔ جو اپنے موضوع پر غالباً اوّلین اور جامع تالیف ہے لیکن اس میں اقبال کی مجوزہ کتاب کو صرف ضمناً زیر بحث لایا گیا ہے۔ جس سے کوئی واضح بات سامنے نہیں آتی۔ تاہم میری جستجو جاری رہی۔

حال ہی میں ایک کتاب "اقبال اور بھوپال" کے نام سے اقبال اکادمی کراچی نے شائع کی ہے (اپریل ۱۹۷۳ء) اس کے مصنف مدیر "افکار" کراچی جناب صہبا لکھنوی ہیں۔ اس کے آخر میں صفحات ۲۸۹ تا ۳۰۰ میں "قرآن مجید کے حواشی" کے عنوان سے ایک مقالہ ملتا ہے جس میں روزنامہ "آفاق" لاہور ۴ ستمبر ۱۹۵۱ء صفحہ ۵ کے حوالے

---

[1] THOUGHT AND REFLECTIONS OF IQBAL BY S. A. VAHID

[2] کلید اقبال مرتبہ ملک نذیر احمد، صفحہ ۳۳۱

سے میاں محمد شفیع صاحب کے بہم پہنچائے ہوئے وہ نوٹس شامل ہیں جو اقبال نے کسی وقت مرتب کئے تھے۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ نہ تو مترجم نے کما حقہ ترجمانی کی اور نہ مرتب" اقبال اور بھوپال" نے اس کی تصحیح کی ضرورت سمجھی حالانکہ اس سے پیشتر بشیر احمد ڈار کی مذکورہ تالیف منظر عام پر آچکی تھی۔ شاید انہوں نے اس ترجمے کو بھی ایک علمی تبرک سمجھ کر شامل کتاب فرمالیا۔

اس بحث سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:۔

۱۔ ۱۹۲۴ء یا ۱۹۲۵ء میں اقبال نے "اجتہاد" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا لیکن مولانا عبدالماجد دریابادی کی مخالفانہ رائے اور ذاتی اطمینان نہ ہونے کی وجہ سے اسے شائع نہ کرایا۔

۲۔ علامہ کو احساس تھا کہ ان کی مذہبی معلومات کا دائرہ تنگ تھا، اس کے باوجود وہ اس اہم مسئلہ پر لکھنے کے لئے مختلف طریقوں سے تیاری کر رہے تھے۔

۳۔ ۱۹۲۵ء کے اواخر میں اقبال نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اسلام کے بارے میں صرف اپنی رائے کا اظہار کریں اور اپنی اس کاوش کا نام انہوں نے " ISLAM AS I UNDERSTOOD IT " تجویز کیا۔

۴۔ علامہ اسلامی فقہ کی تاریخ قلمبند کرنے کے خواہش مند تھے۔ اس سلسلے میں ان کی نظر انتخاب سید سلیمان ندوی پر پڑی۔

۵۔ ۱۹۲۶ء میں اقبال چاہتے تھے کہ زمانہ حال کے جورس پروڈنس کی روشنی میں اسلامی معاملات کا مطالعہ ناقدانہ انداز میں کیا جائے نہ کہ غلامانہ انداز میں۔

۶۔ دسمبر ۱۹۲۸ء میں انہوں نے مدراس کا سفر کیا اور وہاں تین لیکچر دیئے۔ بعد میں تین دیگر لیکچروں کے اضافے سے ۱۹۳۰ء میں جو مجموعہ شائع کیا، اس میں ایک خطبہ" اجتہاد" کے بارے میں بھی ہے۔

۷۔ لیکن وہ اس موضوع پر ایک آدھ مقالہ اور وہ بھی مختصر مقالہ کو کافی نہ سمجھتے تھے۔ امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ ان کا یہ ارادہ پختہ ہوتا جاتا تھا کہ وہ اپنے بعد آنے والے لوگوں کے لئے قرآن کے حواشی یا اسلام کا تعارف پوری تفصیل سے لکھ جائیں۔ لیکن مالی پریشانیوں، جسمانی عوارض وغیرہ کی وجہ سے یہ ارادہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔

۸۔ بالآخر راس مسعود کی کوششوں سے مئی ۱۹۳۵ء میں نواب حمید اللہ خان والیٔ بھوپال نے علامہ کا پانچسو روپے ماہانہ تاحیات وظیفہ مقرر کر دیا لیکن یہ وظیفہ غیر مشروط تھا البتہ نواب صاحب نے اقبال سے یہ ضرور کہا تھا کہ وہ مقدمہ قرآن کو مکمل کریں تو یہ نوعِ انسانی پر بڑا احسان ہوگا۔

۹۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے ضروری کتب بھی اکٹھی کر لی تھیں اور مناسب معاون کی تلاش میں بھی تھے۔ لیکن حسب دلخواہ معاون میسّر نہ آسکا نیز ضعفِ بصارت کا عارضہ بھی لاحق ہوگیا۔ تاہم آخری وقت تک ان کے دل میں اس عظیم الشان کام کو سرانجام دینے کی حسرت رہی۔

۱۰۔ علامہ نے جو نوٹس (اشارات) مرتب کئے تھے وہ میاں محمد شفیع کے سپرد کر دیئے تھے۔ جنہوں نے ۱۹۴۷ء میں ان کو اپنے خط میں منتقل کیا اور غالباً سب سے پہلے ۱۹۵۱ء میں روزنامہ "آفاق" لاہور کے ذریعے منظرِ عام پر آئے۔

۱۱۔ یہی تحریر ماہنامہ "ہمایوں" لاہور، دسمبر ۱۹۵۵ء کے شمارہ میں شائع ہوئی۔ انہی نوٹس کا ایک ترجمہ طلوعِ اسلام نے اکتوبر ۱۹۵۵ء میں شائع کیا۔ لیکن یہ دونوں ترجمے ناقص تھے۔ ان ترجموں کے شائع ہونے کی فوری وجہ شاید ۱۹۵۶ء میں بننے والے دستور کے سلسلے کی بحث تھی۔

۱۲۔ ۱۹۶۴ء میں سید عبدالواحد نے قومی عجائب گھر کراچی کے حوالے سے نامکمل صورت میں ان نوٹس کو شائع کیا۔ غالباً ان سے بھی یہ نوٹس صحیح طور پر پڑھے نہیں گئے۔

۱۳۔ نومبر ۱۹۶۷ء میں بشیر احمد ڈار نے ان نوٹس کو مکمل صورت میں اور زیادہ صحیح حالت میں پیش کیا تاہم بعض الفاظ ان سے بھی پڑھے نہیں جا سکے۔ مثلاً " ATHAR " وغیرہ۔ بہرحال یہ وہی نوٹس ہیں جن کا ترجمہ میاں محمد شفیع صاحب بہت عرصہ پہلے شائع کروا چکے تھے اور ممتاز حسن صاحب نے بھی ان کی تصدیق کی۔

"This plan was reproduced first in Tulu-i-Islam and later in Thoughts and Reflections of Iqbal. The former was a complete reproduction but defective in several places as many words and phrases were left undeciphered. The latter was incomplete with several defective readings here and there.

۱۰۷

The editor has tried his best to give a full and faithful reproduction of this important plan, to which reference of the Quranic verses used in the text have been added. One word (Second lecture part ...; athar), however, remains doubtfull. The editor shall be grateful for any suggestion in this respect". ؎

بشیر احمد ڈار نے علامہ اقبال کے فلسفہ پر خاصا کام کیا ہے اور اس موضوع پر انہیں خاص عبور حاصل ہے۔ مجھے بجا طور پر ان سے توقع تھی کہ وہ ان نوٹس کو قابلِ فہم بنانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن انہوں نے چند ایک حواشی لکھنے پر اکتفا کی۔ مجھے اعتراف ہے کہ ڈار صاحب نے نوٹس کو پڑھنے اور ان کے بعض حواشی لکھنے کی جو خدمت سر انجام دی ہے وہ انتہائی قابلِ قدر ہے لیکن انہیں اس سے آگے بڑھکر ان نوٹس کو علامہ اقبال کے منصوبے کے مطابق پھیلانا چاہیئے تھا۔ بہر حال یہ میدان اب بھی ان کے لئے اور اقبال کے دیگر شیدائیوں کے لئے خالی ہے۔

ترجمہ کی بنیاد کون سے نوٹس ہیں:۔ میں نے ڈار صاحب کے پیش کردہ متن کو ترجمہ کی بنیاد بنایا ہے اور مزید حواشی لکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں مَیں سب سے زیادہ جناب عبد القدوس ہاشمی ندوی اور جناب ڈاکٹر محمد اسلم قریشی ایم اے کی شفقت آمیز راہنمائی کا احسان مند ہوں۔ اس کے بغیر شاید میں یہ کام سر انجام دینے کے قابل نہ ہو سکتا۔

THE BOOK THAT IQBAL PLANNED TO WRITE

A. It is necessary to study Islam.

1) It has power and vitality.
At times it has shown its power of getting rid of accretions. New Movements. I pin no faith on them but they indicate confusion and inner unrest.

؎ Letters And writings of Iqbal by B.A. Dar. Pages 86,87

ii) Islam and modern World and British Empire.

a. Islam and Empire.

The effect of Arab Empire on Islam.
They destroyed Rome and Persia and built another Imperialism. Causes of Empire building:
(i) Religious zeal; burning ardour to regenerate mankind;
(ii) Hunger.

Whatever may be the causes the effect was not good. Empire brought men belonging to earlier ascetic cultures, which Spengler describes as Magian, within the fold of Islam. The result was the conversion of Islam to a pre-Islamic creed with all the philosophical controversies of these creeds: روح، نفس، قرآن، حادث یا قدیم وغیرہ (Ruh, Nafs, Quran: Hadith, Qadim). Real Islam had very little chances.

Difficulties of modern student of Islam. He must wade through a tremendous literature and read the Quran. I have done so and try to give you what I honestly believe to be real Islam.

What is Islam?
Is it religion? Etymology of religion.
دین (din) as used in the Quran. Obedience to the law (read v.18, Quran). Characteristics of early Asiatic religions.

i) Revelation in early religion--- a mystic process. Islam laid the foundations of under-

standing it scientifically. Quran, Ibn Khaldun, Sufism.

ii) Salvation نجات (Najat)

iii) Wholly unwordliness (لا رہبانیہ) caves, catacombes. Cf. Christianity and Islam, Jesus: Saint.
واللہ یخرجکم من الظلمت الی النور

iv) Fear of the invisible لاخوف علیهم ولاهم یحزنون

v) Some secret teaching. Cf. Spengler, Vol.II, page 246. Read also Martineau, Vol.I.

vi) Belief in the unreality of the world and time.

vii) Fatalism. ماخلقت هذا باطلا ، هل اتی علی الانسان

viii) Theocracy.

Islam was a protest against all pre-Islamic religions in the world as it was found at the time Islam appeared. The world is real. Time is real. No more prophets (Expected ones). No freedom from limitation. No mediation. No Qiamat (fatalism). Is Islam a Theocracy? Relation of Church and State.

What is State? A contract like marriage.

E. But Islam is much more than religion. Peace internal and external (Cf. V.18)

i) It is deracialisation of man (external peace);

ii) It aims at economic equality (internal security);

F. This lecture to close.
Two closing observations:

i) The message of Islam;

ii) Islam is not the foe or even rival of Christianity. In the work of civilization it is co-worker.

Second lecture: The law of Islam.

See book of Dickinson, After Two Thousand years.

In Magian culture 'Revelation' a mystical process. In Islamic sufism this mystical process understood scientifically.

Is it morality touched with emotion?

A. RELIGION. is it belief in a God or gods with some kind of worship? in caves?

i) Is it wholly otherworldiness? Monasticism (Mithraism). (Darkness)(Mosque) لارهبانیه فی الاسلام، لاتنس نصیبک فی الدنیا

ii) Is it fear of the invisible? لاخوف علیهم ولاهم یحزنون

iii) Is it intimacy with the supersensible? Partly Yes, but the supersensible opened, to be approached in scientific spirit. Ibn Khaldun, idea of finality.

iv) Is it some secret teaching to be handed orally (mystery?). All early Magian religions believed in it. (Spengler, P.246 Vol: II; Islam: No. قد تبین الرشد من الغی

v) Religion (origin of word).
مذہب (Mazhab) not used in the Quran. Words used in the Quran:
ملّت، منہاج، دین (Millat, Minhaj, Din).
What is the meaning of ملّت and دین ?

vi) Martineau, Vol. I

A. Islam-- a protest against all religions in the old sense of the word.

i) Abolition of prophethood: ومن ورائهم برزخ الى يوم يبعثون

Islam and Time هل اتى على الانسان

ii) The idea of Salvation (Nijat) in Islam. Is it a Salvation-religion?

(Nijat) is used only once in the Quran

What is Nijat?

iii) No secret teaching.

iv) Belief in God: غیب (Ghaib)

Deracialisation of mankind اختلاف السنتكم الخ and وشعوباً

Economic equality (قل العفو etc)

C. Church and State?

Is Islamic community a juristic person?

Is Islamic State a juristic person?

Relation of Church and State.

What is State? Like marriage a contract.

The Amir is the Shaikhul Islam, etc.

Hereditary Monarchy. History of Islam.

Priesthood.

Karbala? Effect of it.

D. Islam and the woman.

E. Islam and Capitalism.

i) To the Magian culture 'Revelation' is a mystical process in which some spirit enters the body of a person who speaks it. In Islam wahy (Quote verses: او يرسل من ورائ الحجاب) is universal property of life in which a man

comes into contact with the ultimate springs of life. It manifests itself in three ways. It is abolished as a source of knowledge. In Islam contemplation of Athar spreads into thought and action. It realises the immensity of the world in which old conceptions of race, community, creed dwindle into nothing. It is light اللہ نور السمٰوٰت والارض. It draws the world from caves to the open day light واللہ یخرجکم من الظلمت الی النور

ii) The word Salvation (نجات).

What is Najat? Liberation from what? ----Not from the limitations of individuality (وجئتم فرادا) not liberation from the tension of consciousness. It is relief of the Ego's loneliness in the Universe. The conception of God----- Comrade: ھومعکم والی رفیق الاعلیٰ

a) Sleep liberates لا تاخذہ سنۃ ولا نوم ، قم اللیل الا قلیلا

b) Wine liberates and breaks the vigour of consciousness:

c) Dancing also liberates: مروا باللغو مروا کراما

All these means of escape from space and time are discouraged. You should overcome space and time by الا بسلطان الخ i.e. mastering actuality by understanding تفکروا فی الخلق السموٰت الخ

Fear of the visible actuality, i.e. Space and Time is removed when we begin to understand things as causal relations. لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون

کہ ایں جا جز ما واو نیست الخ Knowledge of world as

natura------ actuality.

Fear overcome not by charms but by formula.

d) Knowledge of world as movement..... history--- sufism.

iii) (Iman)-----Security.

Religious movements in islam:

Ibn Taimiyya

Abdul Wahhab

Babi)prophesies

Ahmadiyya etc.)All more or less

Magian. Syed Ahmed---- Rationalism.

The new movement

The coming of the expected one

مسیح (Jesus) وغیرہ

i) No return ورائھم برزخ الی یوم یبعثون

ii) Traditions--- Bukhari.

اُردو ترجمہ

(۱) اسلام کا مطالعہ ضروری ہے۔

(ا) اس میں قوت اور استعداد حیات ہے۔

بسا اوقات اس نے اپنے اندر نمو پانے والے خارجی عناصر (ACCRETIONS) سے چھٹکارا پانے کی قوّت کا اظہار کیا ہے۔

نئی تحریکات:۔ میں ان پر اعتماد نہیں رکھتا۔ لیکن یہ اندرونی انتشار (CONFUSION) اور اندرونی خلفشار (UNREST) کو ظاہر ضرور کرتی ہیں۔

(ii) اسلام اور جدید دنیا اور سلطنت برطانیہ

(ب) اسلام اور مملکت (EMPIRE)

اسلام پر عرب مملکت کا اثر

انہوں (عربوں) نے روم اور ایران کو تباہ کر دیا اور ایک نئی ملوکیت (شاہیت) کی تعمیر کی۔

تعمیر کے اسباب:۔

(i) دینی حرارت جس نے انسانیت کی تولید و نو (REGENERATE) کے لئے ذوق فراواں پیدا کیا۔

(ii) بھوک (HUNGER)

اسباب خواہ کچھ بھی ہوں۔ اس کا نتیجہ اچھا نہ نکلا۔ مملکت ان لوگوں کو اسلام کے دائرے میں لے آئی جو قدیم راہبانہ ثقافت (ASCETIC CULTURE) سے تعلق رکھتے تھے اور جنہیں سپنگلر (SPENGLER) مجوسی (MAGIAN) کہہ کر پکارتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام، زمانہ قبل از اسلام کے مسلک (CREED) میں تبدیل ہو کر رہ گیا ہے اور اس میں ان تمام مسالک کے متنازعہ فیہہ فلسفیانہ مباحث شامل ہو گئے۔ روح، نفس، قرآن، حادث یا قدیم۔ حقیقی اسلام کے ابھرنے کے مواقع بہت کم رہ گئے۔

(ج) اسلام کے جدید طالب علم کی مشکلات

اسے ضخیم لٹریچر کا مطالعہ کرنا ہو گا اور قرآن کا مطالعہ کرنا ہو گا۔ میں نے ایسا ہی کیا ہے اور اب میں کوشش کروں گا کہ اس اسلام کو آپ کے سامنے پیش کروں جسے میں حقیقی اسلام تسلیم کرتا ہوں۔

(د) اسلام کیا ہے؟

کیا یہ مذہب (RELIGION) ہے؟ اس لفظ کے مشتقات (ETYMOLOGY

دین جیسا کہ قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ قانون کی اطاعت (قرآن ۵ : ۱۸)

قدیم راہبانہ مذاہب (ASEETIC RELIGION)

(i) قدیم مذہب میں الہام، القاء (REVELATION) کا تصور — ایک باطنی یا متصوفانہ عمل (MYSTIC PROCESS)

اسلام نے اسے سائنسی انداز سے سمجھنے کی بنیاد رکھی۔ قرآن، ابن خلدون، تصوف۔

(ii) مکتی، نروان یا نجات (SALVATION)

(iii) کامل ترک دنیا کا عقیدہ (لارہبانیہ)

غاریں، تہہ خانے۔

اسلام اور عیسائیت کا تقابل، حضرت عیسیٰؑ بحیثیت ولی۔ واللہ یخرجکم من الظلمٰت الی النور۔

(iv) ہستیٔ غیب (الغیب) کا خوف۔ لا خوفٌ علیھم ولاھم یحزنون۔

(v) بعض باطنی تعلیمات بحوالہ سپنگلر، جلد دوم صفحہ ۲۴۶۔

نیز مارٹینیو (MARTINEAU.) جلد اوّل

(vi) مکاں (کائنات) اور زماں کے غیر حقیقی ہونے کا عقیدہ۔ ماخلقت ھذا باطلا ھل اتیٰ علی الانسان۔

(vii) عقیدۂ مشیت (تقدیر) (FATALISM)

(viii) مذہبی ریاست (THEOCRACY)

اسلام دنیا میں قبل از اسلام کے ان تمام مذاہب کے خلاف احتجاج تھا جو اس کے ظہور کے وقت موجود تھے۔ زمان و مکاں دونوں حقیقی ہیں۔

انبیاء کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ (نبیٔ منتظر)

مقررہ حدود سے آزادی نہیں (بندہ اور خدا میں) واسطہ (MEDIATION) بھی نہیں۔

عقیدہ مشیت (تقدیر) کوئی چیز نہیں۔ کیا اسلام ایک مذہبی ریاست (THEOCRACY) ہے۔

کلیسا اور ریاست کا تعلق

ریاست کیا ہے؟ نکاح کی طرح ایک معاہدہ۔

(ج) لیکن اسلام مذہب سے بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے۔

داخلی اور خارجی امن (۵ : ۱۸)

یہ انسان کو نسلی امتیازات سے بلند کرتا ہے (خارجی امن)

معاشی مساوات اس کا نصب العین ہے (داخلی سلامتی)

(د) خطبہ اوّل کا اختتامیہ

دو اختتامی توضیحات

(i) اسلام کا پیغام

(ii) اسلام عیسائیت کا دشمن بلکہ حریف بھی نہیں۔
تہذیب و تمدن کے معاملہ میں یہ اس کا رفیق کار ہے۔

دوسرا خطبہ :- اسلامی قانون

ملاحظہ ہو ڈکنسن (DICKINSON) کی کتاب دو ہزار سال بعد ....
(AFTER TWO THOUSAN YEARS) مجوسی ثقافت میں ولی ایک متصوفانہ عمل ہے۔ اسلامی تصوّف میں یہ متصوفانہ عمل سائنسی انداز سے سمجھا جاتا ہے۔

کیا یہ جذبہ آمیز اخلاقیت ہے؟

(د) مذہب :- کیا یہ کسی قسم کی پرستش کے ساتھ ایک خدا یا بہت سے دیوتاؤں پر ایمان لانے کا نام ہے غاروں میں ؟

(i) کیا یہ کامل ترک دنیا ہے ؟ رہبانیت (MONASTICIM) متھرائیت (MITHRAISM) ظلمت (DARKNESS) مسجد (MOSQUE) لا رہبانیہ فی الاسلام اور لاتنس نصیبک فی الدنیا۔

(ii) کیا یہ ہستیٔ غائب (الغیب) کے خوف کا نام ہے۔ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

(iii) کیا یہ مافوق الحواس ہستی (SURERSENSIBLE) سے تعلق خاطر ہے ؟
ایک حد تک اس کا جواب اثبات میں ہے۔ لیکن مافوق الحواس ہستی تک رسائی سائنسی انداز سے ہوگی۔ ابن خلدون، تصورِ خاتمیت (FINALITY)

(iv) کیا یہ کوئی باطنی تعلیم ہے جو سینہ بسینہ آگے چلتی ہے (پراسرار ؟)
تمام قدیم مجوسی مذاہب اس امر میں یقین رکھتے تھے (سپنگلر، صفحہ ۲۴۶، جلد دوم)
اسلام ! نہیں قد تبین الرشد من الغی۔

(v) مذہب (اس لفظ کا مادہ)

"مذہب" (کا لفظ) قرآن میں استعمال نہیں کیا گیا۔

قرآن میں استعمال ہونے والے الفاظ ــــ ملت، منہاج، دین ملت اور دین کے معنی

کیا ہیں ؟

(v/i) مارٹینیو، جلد اوّل

(ب) اسلام ــــ تمام مذاہب (جن معنوں میں یہ لفظ قدیم زمانہ میں استعمال ہوتا رہا ہے) کے

خلاف احتجاج ہے۔

(i) ختم نبوت ــــ ومن ورائھم برزخٌ الی یوم یبعثون۔

اسلام اور زماں ـ ھل اتیٰ علی الانسان۔

(ii) اسلام میں نجات کا تصور

کیا یہ نجات دلانے والا مذہب

لفظ "نجات" قرآن میں صرف ایک مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ نجات کیا ہے ؟

(iii) کوئی متصوفانہ (باطنی) تعلیم نہیں۔

(iv) ایمان باللہ ــــ غیب

نوع انسانی سے نسلی تفریق مٹانا۔ اختلاف السنتکم الخ اور وشعوبا

معاشی مساوات (قل العفو وغیرہ)

(ج) کلیسا اور ریاست (CHURCH AND STATE)

کیا امت اسلامیہ ایک فقہی تشخص (JURISTIC RERSON) ہے ؟

کیا اسلامی ریاست ایک فقہی تشخص ہے ؟

کلیسا اور ریاست کا تعلق

ریاست کیا ہے ؟ نکاح کی طرح ایک معاہدہ

امیر، شیخ الاسلام ہے وغیرہ وغیرہ

موروثی ملوکیت، تاریخ اسلام ــــ پیشوائیت (PRIEST HOOD)

کربلا ؟ اس کا نتیجہ

(د) اسلام اور عورت

(ه) اسلام اور سرمایہ داری

(ا) مجوسی ثقافت کی رُو سے الہام یا القا ایک متصوفانہ (باطنی عمل ہے۔ جس میں کوئی روح آدمی کے بدن میں داخل ہو جاتی ہے اور اس روح کی باتیں اس آدمی کی زبان سے باہر آتی ہیں۔ اسلام میں الہام (آیات کا حوالہ دیجئے۔ یرسل من ورائے حجاب) حیات کا وہ عالم گیر خاصہ ہے جس میں انسان زندگی کے سرچشمہ ہائے اولیٰ (ULTIMATE SPRINGSOFLIFE) سے تعلق قائم کر لیتا ہے۔ اس کا اظہار تین طریقوں سے ہوتا ہے۔ اب یہ سلسلہ بطور ذریعہ علم ختم ہو چکا ہے۔ اسلام میں آثار میں استغراق و انہماک (CONTEMPLATION OF ATHAR) فکر اور عمل دونوں میں سرایت کر جاتا ہے۔ یہ عالم کی وسعتوں اور پہنائیوں (IMMENSITY) کا ادراک کرتا ہے جس سے نسل، قوم اور عقیدہ کے قدیم تصورات کی نفی ہو جاتی ہے۔ یہ نور ہے۔ اللّٰہ نور السمٰوات والارض۔ یہ دنیا کو غاروں سے نکال کر اُجالے میں لاتا ہے۔ واللّٰہ یخرجکم من الظلمت الی النور۔

(اا) لفظ "نجات" (SALVATION)

نجات کیا ہے؟ کس بات سے نجات؟ انسانی ذات کے انفرادی تشخص —— (INDIVIDUALITY) کی حدود سے چھٹکارا نہیں (وجئتمونا فرادیٰ) شعور کی کش مکش (TENSION OF CONSCIOUSNESS) سے بھی چھٹکارا نہیں۔ یہ کائنات میں "انا" کے کرب تنہائی سے نجات (RELIEF) ہے

خدا کا تصور رفیق کی حیثیت سے۔ ھو معکم اور والیٰ رفیق الاعلیٰ۔

(ا) نیند چھٹکارا دلاتی ہے۔ لاتاخذہٗ سنۃٌ ولا نوم، قم اللیل الّا قلیلا۔

(ب) شراب چھٹکارا دلاتی ہے اور شعور کی توانائی کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے۔ اجتنبوہٗ۔

(ج) رقص بھی چھٹکارا دلاتا ہے۔ مروا باللغو مروا کراما۔

زمان و مکان سے فرار کے ان تمام ذرائع کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

تمہیں زمان و مکان پر اِلّا بسلطان الخ سے غالب آنا چاہیئے۔

یعنی فہم وفراست سے واقعیت (ACTUALITY) پر تسلط پانا تنفکروا فی الخلق السمٰوات الخ
جب ہم اشیاء کو اسباب وعلل کے رشتوں سے سمجھنے لگتے ہیں تو مرئی واقعیت — زمان ومکاں
کا خوف مٹ جاتا ہے۔ لاخوفٌ علیھم ولاھم یحزنون۔
کہ ایں جا جُز ماو اُو نیست الخ۔ دنیا کا علم بحیثیت فطرت — واقعیت
خوف، سحر وافسوں سے نہیں جاتا بلکہ صحیح علم (FORMULA) سے مٹتا ہے۔
(د) دنیا کا علم ایک تحریک کی حیثیت سے — تاریخ — تصوف
(iii) ایمان — سلامتی

اسلام میں مذہبی تحریکات
ابن تیمیہ
عبدالوہاب
بابی } پیش گوئیاں (PROPHESIES)
احمدیت وغیرہ } یہ تحریکیں کم وبیش مجوسی ہیں۔
نئی تحریک
نبیٔ منتظر کی آمد، مسیح (JESUS) وغیرہ
(i) کسی کی واپسی نہیں۔ ورائھم برزخٌ الیٰ یوم یبعثون۔
(ii) احادیث (بخاری)

حواشی

۱۔ لارہبانیۃً فی الاسلام (حدیثِ رسولؐ)

۲۔ ھوالذی یصلی علیکم وملٰئکتہ لیخرجکم من الظلمٰت الی النور ط وکان بالمؤمنین رحیماً۔
(سورہ الاحزاب، آیت ۴۳)

"وہی ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے ملائکہ تمہارے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائے وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے"۔

یہ اللہ کی رحمت ہے جس کی باعث رسول اللہ کی ذات ہے، اسی کے ذریعے ایمان اور اعلیٰ انسانی اخلاق کی دولت نصیب ہوئی، کفر و جاہلیت کی تاریکیوں سے نجات ملی۔ صلوٰۃ کا لفظ جب علیٰ کے صلے کے ساتھ اللہ کی طرف سے بندوں کے حق میں تو مراد رحمت ہوتی ہے اور جب ملائکہ کی طرف سے انسانوں کے حق میں استعمال ہو تو اس کے معنی "دعائے رحمت" کے ہوتے ہیں ۔

هو الذی ینزل علیٰ عبدہ ایٰت بینٰت لیخرجکم من الظلمٰت الی النور ط وان اللہ بکم لرؤف رحیم ۔
(الحدید: ۹)

" وہی ہے جو اپنے بندے پر صاف صاف آیتیں نازل کر رہا ہے تاکہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تم پر نہایت شفیق اور مہربان ہے"۔

۳۔ قلنا اھبطوا منھا جمیعاً فاما یاتینکم منی ھدیً فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔
(سورۃ بقرۃ: ۳۸)

"ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقعہ نہ ہوگا"

حضرت آدم سے جو بھول چوک ہوگئی تھی اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں ان کی توبہ قبول کرلی تھی۔ البتہ اللہ نے آدم کو جنت سے زمین پر چلے جانے کا حکم دے دیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے دامن پر نافرمانی یا گناہگاری کا دھبہ نہیں تھا، بلکہ اس کے بعد انہیں نبوت کا منصب بھی عطا کیا، گویا جنت سے نکلنا کوئی سزا کے طور پر نہیں بلکہ مرضئ رب کے تحت تھا، لہٰذا عیسائیت کا پیدائشی گناہگاری کا تصور باطل ٹھہرتا ہے، جب انسان گناہ گار نہیں اور وہ ہدایت رب پر بھی عمل کرتا ہے تو وہ ایک ایسا رفیق پالیتا ہے جس کی موجودگی میں کسی قسم کا ڈر خوف یا حزن وغیرہ نزدیک نہیں آسکتا۔

۴۔ ذیل کی کتاب کی طرف اشارہ ہے۔

A STUDY OF RELIGION BY MARTINEAUS, J. 2 VOLUMES
CLARENDON PRESS, OXFORD. 1889

۵۔ ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنھار لاٰیٰت لاولی الالباب ج الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ج ربنا ما

خلقت هذا باطلا ج سبحنك فقنا عذاب النار (آل عمران: ۱۹۱)

"زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ان ہوشمند لوگوں کے لئے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں و زمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے رب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔"

هل اتٰی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئاً مذکوراً (الدھر: ۱)

"کیا انسان پر لامتناہی زمانے کا ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا"

اس میں انسان پر اللہ کے ایک خصوصی احسان (تخلیق) کی بنیاد قیامت میں اسے دوبارہ زندہ کرنے کا شعور دلایا گیا ہے، نیز حین من الدھر میں دہر سے مراد وہ لاتناہی زمانہ ہے جس کی ابتداء انتہا انسان کو معلوم نہ ہو اور حین سے مراد وہ خاص وقت ہے جو دھر میں کبھی پیش آیا ہو۔ گویا لاتناہی زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب انسان کو پیدا کیا۔

۶- AFTER TWO THOUSAND YEARS

BY GOLSWORTY LOWES DICKINSON (1862-1932)

ALLEN AND UNWAIN, 1930)-

A DIOLOGUE BETWEEN PLATO & A MODERN YOUNG

۷- وابتغ فی ما اتٰك الله الدار الاخرة ولا تنس نصیبك من الدنیا واحسن كما احسن الله الیك ولا تبغ الفساد فی الارض ط ان الله لا یحب المفسدین (القصص: ۷۷)

"جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد پیدا کرنے کی کوشش نہ کر، اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔"

یہ وہ بات ہے جو قوم موسیٰ نے قارون سے کہی اور اسے صحیح روش اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن یہی بات قرآن ہر انسان سے کہتا ہے کہ نہ تو آخرت کی فکر ترک کی جائے اور نہ دنیا سے دستبرداری اختیار کی جائے، بلکہ دونوں کام اعتدال و توازن کے ساتھ جاری رکھے جائیں۔ اس طرح دین اسلام ترکِ دنیا کے نظریے کو

روک دیتا ہے۔

۸۔ قرآن (البقرہ : ۳۸) ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۳

۹۔ قد تبین الرشد من الغی (سورۂ بقرہ : ۲۵۶)

"صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے"۔

یعنی حیات و کائنات کی بنیادی حقیقتوں کو صراطِ مستقیم کی معرفت کوئی راز کی بات نہیں کہ جو قدیم مذاہب کے پیشواؤں کی طرح سینہ بسینہ چلی جاتی ہو اور دوسرے انسانوں کو اس کی خبر تک نہ ہو، قرآن مجید نے حق کی معرفت کے جو تقاضے ہیں انہیں بڑی وضاحت سے پیش کر دیا ہے۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ اپنی عقل و فہم کو کام میں لا کر انہیں سمجھنے کی کوشش کرے۔

۱۰۔ ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون (المومنون : ۱۰۰)

"اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک۔

برزخ سے مراد پردہ یا روک ہے، موت ایک حد فاصل ہے دُنیا اور آخرت کے درمیان۔

۱۱۔ قرآن (الدھر : ۱) ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۵

۱۲۔ ومن آیتہ خلق السموٰت والارض واختلاف السنتکم والوانکم ط ان فی ذالک لایٰت للعلمین۔ (الروم : ۲۲)

"اور اس کی نشانیوں میں سے آسمان اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے یقیناً اس میں بہت ہی نشانیاں ہیں دانشمند لوگوں کے لئے"۔

یعنی کائنات کی تمام اشیا کی تخلیق ایک ہی طرح کے عناصر سے ہوتی ہے اور ایک ہی قانون فطرت ان میں کارفرما ہے اس سے خالق کائنات کا واحد ہونا واضح ہوتا ہے۔

یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثیٰ وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ط ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ط ان اللہ علیم خبیر (الحجرات : ۱۳)

"لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے"۔

۱۳۔ یسئلونک ماذا ینفقون ط قل العفو (سورہ بقرہ ۲۱۹)

"وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے جو اپنی ضرورت سے زیادہ ہو"

اسلام میں دولت انسان کی ملک نہیں بلکہ اس کے پاس خدا کی امانت ہے جس میں سب انسان شریک ہیں۔ لہٰذا جس پر اللہ کا خاص فضل ہو وہ دولت کو اپنے پاس روکے رکھنے کی کوشش کرے بلکہ اسے معاشرے میں گردش کے لئے خرچ کرے۔ اس مقصد کے لئے اسلام نے جو پابندیاں لگائی ہیں مدینہ کی اسلامی ریاست میں ان کے موزوں اور نتیجہ خیز ہونے کا تجربہ کیا جا چکا ہو۔ مسلمانوں کے لئے صرف یہی ضروری نہیں کہ وہ مال کو زکوٰۃ، صدقہ فطر، انفاق، وراثت، حق سوی الزکوٰۃ کی مدوں میں خرچ کریں بلکہ اسلام کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ ان کے پاس اپنی ضرورت سے زیادہ جو کچھ ہے وہ خدا کی راہ میں دوسروں کی بھلائی کے لئے خرچ کریں۔

۱۴۔ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیاً او من وراء حجاب او یرسل رسولاً فیوحی باذنہ ما یشاء

انہ علی حکیم۔ (الشوریٰ: ۵۱)

"کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اس سے رُو برو بات کرے۔ اس کی بات یا تو وحی (اشارے) کے طور پر ہوتی ہے، یا پردے کے پیچھے سے، یا پھر وہ کوئی پیغام بر (فرشتہ) بھیجتا ہے اور وہ اس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی کرتا ہے، وہ برتر اور حکیم ہے"

عربی زبان میں لفظ وحی کے معنی اشارہ و لطیف کے ہیں۔ انگریزی میں اس سے قریب تر لفظ (INSPIRATION) ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) براہِ راست وحی (القاء و الہام)

(۲) پردے کے پیچھے سے کلام۔

(۳) فرشتے کے ذریعے۔

وحی لازماً ایک ہی صورت میں نہیں ہوتی، وہ ایک خیال کی شکل میں بھی ہو سکتی ہے، جو دل میں ڈالا جائے، وہ ذہن و فکر کے لئے ایک رہنمائی بھی ہو سکتی ہے۔ معاملہ کا صحیح فہم بخشنے اور مسئلے کا درست حل یا حسب موقع تدبیر سجھا دینے کی صورت بھی ہو سکتی ہے۔ وہ ایک سچا خواب بھی ہو سکتی ہے نیز ایک ایسی روشنی بھی جس میں آدمی اپنا راستہ صاف دیکھ کر منزل کی طرف گامزن ہو سکے۔

۱۵۔ آثار (ATHAR)

اس سے مراد اللہ کی وہ نشانیاں ہیں جو حیات، و کائنات یا انفس و آفاق میں بکھری ہوئی ہیں معرفت حق کا ایک طریقہ تو پیغمبروں پر نازل ہونے والی وحی ہے، اس کے علاوہ نفس انسانی، زندگی اور کائنات کا تنوع مگر وحدت انسان کو خدا کی پہچان کے قابل بناتی ہے مثلاً

دو عالم میں نہیں موجود و مشہود

بجز ذات، و صفات، افعال و آثار

۱۶۔ اللہ نور السمٰوٰت والارض ط مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیہا مصباح ط المصباح فی زجاجۃ ط الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ لا یکاد زیتہا یضیٓ ولو لم تمسسہ نار ط نور علیٰ نور ط یہدی اللہ لنورہٖ من یشآء ط ویضرب اللہ الامثال للناس ط واللہ بکل شیٔ علیم (النور : ۳۵)

"اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے (کائنات میں) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا یہ حال ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ مشرقی ہو نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو چاہے آگ اس کو نہ لگے (اس طرح) روشنی پر روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں) اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔ وہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔"

اس آیت میں اللہ کو نور کہا گیا ہے۔ نور اللہ کی حقیقت نہیں اس کو نور محض اس کے کمالِ نورانیت کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

اقبال کے خیال میں نور ایک استعارہ ہے جس سے اللہ کی مطلقیت کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ دیکھئے تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ ترجمہ سید نذیر نیازی صفحات : ۹۷-۹۸

۱۷۔ قرآن (۴۳ : ۴۳ اور ۵۷ : ۹) ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲

۱۸۔ وکلھم اٰتیہ یوم القیٰمۃ فردا (مریم : ۹۵)

"سب قیامت کے روز فرداً فرداً اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔"

۱۹۔ اللھم الرفیق الاعلیٰ (حدیث نبویؐ)

یہ کلمات وفات کے وقت زبان مبارک پر جاری تھے۔ اقبال کے نزدیک اسلام جس خدا کا تصور دیتا ہے وہ کائنات کے ہولناک سکوت اور اس کی دنیاوی مشکلات میں اس کے رفیق و دمساز کا تصور ہے۔ اور یہی تصور دعا اور عبادت کی صورت اختیار کرتا ہے، اقبال نے اس موضوع پر اپنے خطبہ "ذات الٰہیہ کا تصور اور حقیقتِ دُعا" میں بحث کی ہے۔ (دیکھئے تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ ترجمہ سید نذیر نیازی صفحات: ۱۳۳-۱۴۱

۲۰۔ وھو معکم این ما کنتم ط (الحدید: ۴)

"وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔"

اللہ کے علم، قدرت، فرمانروائی اور اس کی تدبیر کائنات سے انسان باہر نہیں ہو سکتا۔

۲۱۔ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم (البقرہ: ۲۲۵)

"وہ نہ سوتا ہے نہ اسے اُونگھ لگتی ہے۔"

قم اللیل الا قلیلاً (المزمل: ۲)

"رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر کم"

ایک معنی تو یہ کہ رات نماز میں کھڑے رہ کر گزارو اور اس کا کم حصہ سونے میں صرف کرو اور دوسرے معنی یہ کہ آرام بھی کرو اور رات کا قلیل حصہ نماز میں صرف کرو۔ یہاں اولین معنی زیادہ مناسب ہیں۔ اس کی تائید سورہ الدھر کی آیت ۲۶ سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے:۔

ومن اللیل فاسجد لہ وسبحہ لیلاً طویلاً

"رات کو اللہ کے آگے سجدہ ریز رہو اور رات کا طویل حصہ اس کی تسبیح کرتے ہوئے گزارو۔"

۲۲۔ یا ایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجسٌ من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (المائدہ ۹۰)

"اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا، اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔"

اس آیت میں چار چیزیں قطعی طور پر حرام کی گئی ہیں۔ (۱) شراب (۲) قمار بازی (۳) وہ مقامات جہاں غیر کی عبادت یا غیر اللہ کے لئے قربانی یا نذر وغیرہ کی جائے (۴) پانسے ــــ اس سے اگلی آیت میں

شراب اور جوئے پر پابندی کی حکمت بھی بتادی کہ یہ شیطانی کام مسلمانوں کو خدا کی یاد اور عبادت سے روکتے ہیں۔

۲۳۔ والذین لایشھدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراماً (الفرقان : ۷۲)

اور (رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔ نہ تو وہ خلاف واقعہ بات کی شہادت دیتے اور نہ ہی جھوٹ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ دوسرے معنوں میں جھوٹ سے مراد ہر باطل، ہر گناہ اور ہر بدی ہے جو اپنی جھوٹی چمک دمک کی وجہ سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ مومن چونکہ حق کی معرفت حاصل کر لیتا ہے اس لئے وہ جھوٹ کے دلفریب دلائل، نظر فریب آرٹ یا سماعت فریب خوش آواز کا جامہ پہن کر آئے۔

دراصل اسلام انسان کو وقت کی قدر و قیمت کا صحیح احساس اور انسان کی اعلیٰ صلاحیتوں کا شعور بیدار کرتا ہے۔ جن کا مقصد انسانی کمال حاصل کرنا نہ کہ بے ہودہ اور بے معنی کاموں میں مصروف رہنا ہے۔ اس طرح انسان خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں کو ٹھکرانے کی کوشش کرتا ہے جو مومن کے شایان شان نہیں ہے۔

۲۴۔ یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا ط لا تنفذون الا بسلطٰن (الرحمٰن : ۳۳)

"اے گروہ جن و انس اگر تم زمین اور آسمانوں کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ دیکھو نہیں بھاگ سکتے۔ اس کے لئے بڑا زور چاہیئے۔"

یعنی اگر کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ وہ خدا کی گرفت سے نکل بھاگے اور اس طرح اپنے آپ کو اعمال کی جوابدہی سے بچالے جائے تو یہ ناممکن ہے۔ احتساب عمل سے بچنا اس لئے کہ اس آیت سے پیشتر روز حساب ہی کا ذکر ہے۔

۲۵۔ قرآن (آل عمران : ۱۹۱) ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۵

۲۶۔ قرآن (البقرہ : ۴۸) دیکھئے حاشیہ نمبر ۳

۲۷۔ قرآن (المومنون : ۱۰۰) دیکھئے حاشیہ نمبر ۹

یہ حوالے درست معلوم نہیں ہوتے۔ سورہ مائدہ کی آیت ۱۸ ان موضوعات سے متعلق نہیں۔ اس آیت میں یہود کے اس زعم کو باطل ٹھہرایا گیا ہے کہ وہ خدا کے بیٹے اور چہیتے ہیں۔

انگریزی متن میں لکھا گیا ہے (ASIATIC RELIGION) جو درست معلوم نہیں ہوتا۔ یہ لفظ اس مقام کے علاوہ نوٹس میں کہیں بھی نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ "ASCETIC" ہے نہ کہ "ASIATIC"۔ اس لئے ترجمے میں "ASCETIC" ہی کا مفہوم لکھا گیا ہے۔

ضروری تشریحات

ذیل میں بعض اہم نکات کی مختصر تشریح کی جاتی ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ ان میں سے ہر نکتہ بہت زیادہ تفصیل چاہتا ہے :۔

سپنگلر، مجوسیت، مہدی منتظر

سپنگلر وہ فاضل ہستی ہے جس نے مجوسی ثقافت کے متعلق مبسوط ترین نظریہ اپنی مشہور زمانہ تالیف "زوال مغرب" (DECLINE OF THE WEST) کی جلد دوم، باب ہشتم، "مجوسی روح" میں پیش کیا ہے۔ اس کے خیال میں یہ مجوسیت تھی جس نے زرتشتی مذہب کی وحدانیت پسندی کو ثنویت سے بدل دیا جس سے نور و ظلمت، خیر و شر، اھرمن و یزدان کی مسلسل آویزش اور اس میں کسی آنے والے کے ہاتھوں خیر کے بالآخر غلبے کا تصور پیدا ہوا۔ جس کا نتیجہ نفی خودی کی صورت میں نکلا اور اس مذہب کے پیروکار سیاسی و اجتماعی زندگی میں فعال حصہ لینے کی بجائے کسی طاقتور حکمران کی بے چون و چرا اطاعت پر آمادہ ہو گئے۔ اس میں علم و حکمت یا عقل و فکر کی بجائے ایسے مکاشفات اور مشاہدات پر زور دیا گیا جن سے گویا ایک پراسرار طریق پر حقائق کا انکشاف ہوتا ہے۔ وہ حقائق جو خود بھی ایک راز ہیں اور عقل کی گرفت سے باہر ہیں۔ مجوسی ثقافت کے خدوخال پر بحث کرتے ہوئے سپنگلر نے اسلام کو بھی اسی کا ایک مظہر قرار دیا ہے۔ اقبال نے ٹھوس دلائل سے اس کے دعوے کا رد کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ خالص اسلام کا مجوسیت اور اس کے مضمرات سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس سلسلہ میں اقبال نے ظہور مہدی کے تصوّر کو بھی درست قرار نہیں دیا۔ دیکھئے

تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ ترجمہ سید نذیر نیازی صفحات ۲۱۸ - ۲۲۲

اقبال کے خیال میں "احمدیت" کے مسیح موعود اور مہدی وغیرہ کا تصوّر بھی مجوسی اثرات کا نتیجہ ہے ،

اس سلسلہ میں ان کے بیانات بسلسلہ" احمدیت اور اسلام" لائق مطالعہ ہیں۔ ملاحظہ کیجئے :۔

حرف اقبال مرتبہ لطیف احمد شروانی صفحات ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۲۵

نیز دیکھئے مکتوبات اقبال بنام سید نذیر نیازی صفحات ۳۵۷، ۳۵۸

اقبال نے ہر اس شخص کو مہدی اور آخر زمانی قرار دیا ہے جس کی خودی بیدار ہو گئی ہے۔ مثلاً

ہوئی جس کی خودی پہلے نمودار

وہی مہدی وہی آخر زمانی (ارمغان حجاز)

نیز تفصیل ملاحظہ ہو:۔

ضرب کلیم صفحات ۴۰، ۴۶، ۵۱، ۵۳، ۵۶ وغیرہ

اس موضوع پر مزید بحث کے لئے دیکھئے :۔

تجدید و احیائے دین از سید ابوالاعلیٰ مودودی، صفحات ۱۳۳، ۱۳۹، ۱۶۲، ۱۷۳،

قرآن اور روح ___ حادث یا قدیم

مسلمانوں میں جب فلسفیانہ مباحث اور علمی موشگافیوں کی طرف توجہ کی گئی تو معتزلہ نے نفیِ صفات اور تنزیہِ صفات کا عقیدہ نکالا۔ اسی سلسلہ میں ذات باری سے صفت کلام کی نفی کے بعد قرآن کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کا سوال پیدا ہوا۔ سب سے پہلے دوسری صدی کے آغاز میں جعد بن درہم نے قرآن کی مخلوق ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے بعد جہم بن صفوان نے اس کا تتبع کیا۔ محدثین نے اس کو خلاف اسلام قرار دیا۔ جہم کی نسبت سے اس کی جماعت کو فرقہ جہمیہ کہا جانے لگا۔ مامون الرشید (۸۱۳ ـ ۸۳۳ھ) کے عہد میں اس مسئلہ نے شدت اور حامیان خلق قران نے بڑا اثر اور اہمیت حاصل کر لی، بادشاہ اور اس کے درباری اس کے ہم خیال ہو گئے۔ حکومت نے علمائے اہل سنت پر بڑے مظالم ڈھائے لیکن امام احمد بن حنبل اس فتنے کے مقابلے میں ڈٹ گئے باوجود شدید اذیتوں کے انہوں نے اس عقیدے پر صاد نہ کیا۔ حتیٰ کہ متوکل علی اللہ (۸۴۷، ۸۶۱ء) کا دور آیا اور اس فتنے کا استیصال کیا گیا۔ امام احمد کا ایک رسالہ" رد جہمیہ" اسی موضوع پر ہے۔

اسی طرح روح کی فنا و بقا اور اس کے حادث و قدیم ہونے کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ حالانکہ قرآن میں واضح طور پر کہہ دیا گیا تھا کہ یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی

پھر بھی بعض لوگوں نے اس کی تحقیق کو ضروری سمجھا۔ اور اسی قسم کی بحثیں، جن کا عملی زندگی سے تعلق نہ تھا۔ بعد میں زوال کا باعث ثابت ہوئیں۔ علامہ اقبال چونکہ ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے علمبردار ہیں۔ اس لئے وہ ان کلامی بحثوں کی بجائے ان پہلوؤں پر زور دیتے ہیں جن کا تعلق حرکت، عمل اور ترقی سے ہے، اقبال نے "ارمغان حجاز" کی مشہور نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں اپنے مدعا کی خوب وضاحت کی ہے۔

دین و مذہب

عہد قبل از اسلام میں چار مذہبوں کو امتیاز حاصل تھا، ہندومت، بدھ مت، یہودیت اور عیسائیت ان میں سے بعض مذاہب اپنی موجودہ صورت میں صرف انفرادی زندگی کے معاملات میں اخلاقی ضابطہ مہیا کرتے ہیں اور یا تو اجتماعی زندگی سے علیحدگی پر ابھارتے ہیں یا اجتماعی زندگی کے لئے کوئی ہدایات ہی نہیں دیتے، پہلی صورت انسانی تمدن کی ترقی و توسیع کی راہ میں رکاوٹ ہے تو دوسری صورت اُس کی اخلاقی و روحانی معراج میں سدراہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام کوئی نجی اور شخصی معاملہ نہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں ایک رہنما قوت کی حیثیت کا مالک ہے، گویا اسلام قدیم تصور کے مطابق محض ایک مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل نظام زندگی ہے جسے دین کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اقبال اسلام کے اس منصب اور مقام کی تصریح کے لئے مذہب اور دین میں فرق کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ جہاں تک قرآن کا تعلق ہے۔ "دین" کا لفظ چار معنوں میں آیا ہے:۔

۱۔ حاکمیت و اقتدار اعلیٰ	المومن: ۶۴، ۶۵، المزمور = ۱۱-۱۷، الزمر: ۲، ۳
۲۔ حاکمیت کے مقابلہ میں تسلیم و اطاعت	النحل: ۵۲ آل عمران: ۸۳، البینۃ: ۵
۳۔ وہ نظام فکر و عمل جو اس حاکمیت کے زیر اثر بنے	یونس: ۱۰۴، ۱۰۵، یوسف: ۴۰، الروم: ۲۶-۳۰، النور: ۲، التوبہ: ۳۶ یوسف: ۷۶، انعام: ۱۳۸، الشوریٰ: ۲۱، الکافرون: ۶
۴۔ مکافات جو اقتدار اعلیٰ کی طرف سے اس نظام کی وفاداری یا سرکشی کے صلے میں دی جائے	الذاریات: ۶، الماعون: ۱-۳، الفطار: ۱۷-۱۹

قرآن لفظ دین کو عموماً ایک جامع اصطلاح کے طور پر استعمال کرتا ہے جس سے مراد ایک ایسا نظام

زندگی ہے جس میں انسان کسی کا اقتدارِ اعلیٰ تسلیم کرے، اس کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کرلے، اس حدود و ضوابط اور قوانین کے تحت زندگی بسر کرے، اُس کی فرمانبرداری پر عزت، ترقی اور انعام کا امیدوار ہو، اُس کی نافرمانی پر ذلت و خواری اور سزا سے ڈرے۔

دُنیا کی کسی زبان میں اس لفظ کا متبادل نہیں البتہ موجودہ زمانہ کا لفظ ریاست یا مملکت (STATE) کسی حد تک اُس کے مفہوم کی ترجمانی کرتا ہے تاہم مکمل نہیں۔ مزید تشریح کے لئے دیکھئے۔

قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں از سید ابوالاعلیٰ مودودی ، صفحات :۔ ۱۳۹ - ۱۵۶

دین ہی کا ہم معنی لفظ "ملت" ہے اور دوسری طرف شریعت کا مترادف منہاج ہے، ملت اور منہاج کی مختصر مگر جامع تشریح علامہ اقبال، مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بیان کے جواب میں ایک بیان میں فرمائی۔ ملاحظہ ہو۔

حرفِ اقبال مرتبہ لطیف احمد شروانی صفحات ۲۲۲ - ۲۴۰

وحی، نبوّت اور ختم نبوّت

وحی وہ اشارۂ لطیف ہے جس سے گویا بلا قید زمانہ ہمیں آنکھ جھپکنے میں کسی حقیقت کا علم ہو جاتا ہے، یہ وہ صفت ہے جو خالق کائنات نے زندگی کو عطا کی ہے۔ اور اتنی ہی عام ہے جتنی زندگی، صوفیانہ واردات بھی اس سے ملتی جلتی ہے۔ یعنی تصوّف میں احوال، مشاہدات، کشف، الہام، حدس اور وجدان وغیرہ بلا منت حواس ہمارے لئے ذریعہ علم بنتے ہیں۔ لیکن ان دونوں میں فرق ہے۔ وحی نبوت، جس طرح عقل سے بلند تر ہے اُسی طرح صوفیانہ الہام وغیرہ پر بھی فضیلت کی حامل ہے، نیز یہ اللہ کی خاص عنایت ہے نہ کہ کسی کسب و ریاضت کا نتیجہ، پھر یہ کہ صوفی کا تجربہ و مشاہدہ اس کی اپنی ذات کے لئے ہوتا ہے جبکہ نبی وحی کی مدد سے حیات و کائنات کی تعمیر نو کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ نیز انسان کے لئے محبت و معیار حق صرف وحیٔ نبوت اور شعور نبوت ہے۔ صوفیانہ واردات اور عقلی نتائج بھی وہی معتبر ہیں جو وحیٔ نبوت کی کسوٹی پر پورے اتریں اس لئے صوفیانہ واردات تنقید سے بالاتر نہیں۔

اقبال کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے، اور اب کسی نبی کے آنے کی نہ ضرورت ہے نہ توقع ہے، زندگی اور انسانی عقل ارتقاء کی اس منزل تک آپہنچی

ہے جہاں وہ وحی کی روشنی اور رہنمائی میں آزادانہ طور پر کام کرسکتی ہے۔ لہٰذا کسی نئی نبوت پر ایمان لانا اقبال کے نزدیک سراسر مجوسی نظریئے کی تقلید، مقام محمدیؐ کی توہین تنقیص اور نسل انسانی کی خدا داد ذہنی صلاحیتوں کی تحقیر و تذلیل ہے۔ اقبال نے متعدد مقامات پر ان حقائق کی تشریح کی ہے مثلاً

تشکیل جدید الہیات اسلامیہ مترجمہ سید نذیر نیازی	صفحات:	۱۹۰ - ۱۹۵
حرفِ اقبال مترجمہ لطیف احمد شروانی	" :	۱۲۷
اسرار و رموز	" :	۱۱۵ - ۱۱۸
ختم نبوت کا عمرانی پہلو از عبدالحمید صدیقی	" :	
اقبال نامہ (مکاتیب اقبال) مرتبہ شیخ عطاء اللہ	" :	۱۸۸ - ۲۰۰

ابن خلدون

علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون (۲۷ مئی ۱۳۳۲ء - ۱۴۰۶ء) تیونس (افریقہ) میں پیدا ہوئے۔ رابرٹ فلنٹ نے اس مسلم حکیم کے بارے میں لکھا ہے کہ " افلاطون، ارسطو اور آگسٹائن ابن خلدون کی برابری نہیں کر سکتے اور دوسرے تمام سیاسی مفکرین تو اس قابل بھی نہیں کہ ان کا ذکر ابن خلدون جیسی مایۂ ناز ہستی کے ساتھ کیا جائے۔" آپ کی شخصیت متنوع اوصاف کی مالک تھی۔ آپ بیک وقت سپاہی، منتظم، سیاستدان، عالم، فقیہہ اور مورخ وغیرہ تھے۔ آپ نے اپنی تاریخ کا مقدمہ لکھ کر عمرانیات کو بحیثیت علم سب سے پہلے آپ ہی نے متعارف کرایا نیز آپ ہی نے جدید فلسفہ تاریخ پیش کیا۔ علامہ اقبال نے متعدد خصوصیات کی بنا پر آپ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ابن خلدون نے سب سے پہلے عقلی انداز میں وحی، نبوت، ختم نبوت، عقیدۂ ظہور مہدی، مسئلہ خلافت، نفس تحت الشعور وغیرہ مسائل پر بحث کی اور اس طرح بقول اقبال خالص اسلام کی تہذیبی و ثقافتی قدروں کو اجاگر کیا۔ اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو

تشکیل جدید النہیات اسلامیہ مترجمہ سید نذیر نیازی صفحات: ۲۵، ۲۶، ۱۴۵، ۲۱۲، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۲۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۹۵

ابنِ خلدون کے حالات زندگی اور علمی کارناموں کے لئے رجوع کیجئے:-

مقدمہ ابنِ خلدون مترجمہ مولانا سعد خان یوسفی صفحات: ۲ - ۳۰

افکار ابنِ خلدون مرتبہ محمد حنیف ندوی صفحات: ۱۷ - ۸۰
تاریخ فلاسفۃ الاسلام مترجمہ ڈاکٹر بر ولی الدین " : ۲۲۴ - ۲۴۹

عقیدہ نجات

نجات، مُکتی، نروان یا سالویشن (SALVATION) عیسائیوں اور بعض دیگر مذاہب کے پیروکاروں کا بنیادی عقیدہ ہے، عیسائیوں کے عقیدہ کی رُو سے گناہ کی مزدوری موت ہے، تمام پیغمبر گناہ گار تھے (نعوذ باللہ) وہ صرف اپنی ذات کے لئے فوت ہوئے، لیکن مسیح چونکہ گناہوں سے پاک تھا۔ اس لئے اس کی موت اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے تھی، عیسائیت کی رُو سے انسان خدا کی شریعت توڑنے سے لعنتی ہوا، اور مسیح خود لعنتی بنا تاکہ ہم کو شریعت کی لعنت سے چھڑائے، گویا وہ جناب مسیح کی موت کو شرعی اور پیدائشی دونوں قسم کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتی ہے، اسی طرح بدھ مت میں ترک دنیا کو ذریعہ نجات قرار دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس اسلام فطری مذہب ہے، وہ دین و دنیا کے امتزاج کا قائل ہے، اور دوسری طرف وہ فطری گناہ گاری کے اصول کا بھی حامی نہیں، اس کے نزدیک ہر انسان پیدائشی طور پر بے گناہ اور معصوم ہوتا ہے اور شریعت کے ذریعے اس پر حق و باطل بھی واضح کر دیا جاتا ہے، اس دنیا میں اُس کی عملی آزمائش ہو رہی ہے، قیامت کے دن اس کے اعمال کا حساب ہوگا جس کے نیک اعمال اس کے بُرے اعمال سے بڑھ جائیں گے وہ اللہ کی بخشش کا مستحق ہوگا، ہر آدمی صرف اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے، وہ صرف کفارہ و شفاعت پر بھروسہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا، کیونکہ حضورؐ کی شفاعت بھی ان کے لئے ہوگی جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے باوجود بعض فطری کوتاہیوں کا ارتکاب کر بیٹھے ہوں،

اقبال نے اس سلسلہ پر ایک اور انداز سے غور کیا ہے اور وہ یہ کہ انسانی زندگی کا تسلسل موت سے ختم نہیں ہوتا لہذا نجات کا تصوّر بے معنی اور بے عملی کی دعوت دینے والا ہے، اس کے خیال میں زندگی ایک لامتناہی زمانہ میں ارتقائی منازل طے کر رہی ہے۔ لہذا نجات وغیرہ کا وہ عقیدہ جس پر قدیم مذاہب نے زور دیا ہے ہرگز لائق التفات نہیں۔

حقیقتِ زمان اور تقدیر پرستی

فلسفہ زمان و مکان (PHILOSOPHY OF TIME & SPACE) اقبال کا محبوب موضوع

بحث تھا، وہ اس موضوع کو مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لئے انتہائی اہم قرار دیتے تھے، کیونکہ وقت کی حقیقت سے آگاہ ہوکر ہی انسان اس کائنات کی تسخیر پر آمادہ ہوسکتا ہے، یہی کیفیت مسئلہ جبر وقدر کی بھی ہے، بعض لوگوں کے خیال میں انسان اپنے جملہ افعال میں قدرت اور اختیار کا مالک ہے، کچھ لوگوں کے نزدیک کوئی چیز اور فعل اللہ کے ارادے اور مرضی کے بغیر ممکن نہیں ہے، فاعل حقیقی صرف اللہ کی ہے۔ انسان قدرت کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی حیثیت رکھتا ہے گویا انسان بھی نباتات وجمادات وغیرہ مخلوق کی طرح مجبور ہے، پہلے عقیدے کی رُو سے خدا کی ہستی بیکار ٹھہرتی ہے اور دوسرے عقیدے کی رُو سے انسان کی تخلیق بے معنی قرار پاتی ہے اور نیکی وبدی کے مسئلے میں جزا اور سزا کا تصور باطل ٹھہرتا ہے، دراصل قرآن میں ان مابعد الطبیعاتی مسائل کی تشریح نہیں کی گئی بلکہ ان کی طرف بقدرِ ضرورت اشارے کئے گئے ہیں۔ مثلاً جبر وقدر کے مسئلے کی طرف اشارہ سے مقصود یہ ہے کہ انسان میں صبر وقناعت، مستقل مزاجی، عزم راسخ، دنیاوی قوتوں سے بے خوفی وبے نیازی پیدا ہو اور اُس میں ایسی قوت پیدا کر دی جائے جس کی موجودگی میں مایوسی، پریشانی، خوف، حسد، لالچ، بُزدلی اس کے پاس نہ بھٹکنے پائیں۔ اور انسان اپنی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے لئے کوشاں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں انسان کو صرف مجبور پیدا نہیں کیا بلکہ اُسے اپنے منصوبے میں جس حد تک مناسب سمجھا، آزادی واختیار بھی بخشا، لیکن اس آزادی واختیار کی حقیقت مکمل طور پر انسان کو معلوم نہیں اور نہ یہ ممکن ہی ہے، تاہم ہمارا فرض ہے کہ ہم اس آزادی کو قوانینِ فطرت کے مطابق کام میں لائیں اور انسانیت کے مراتب بلند پر فائز ہونے کے لئے جہد مسلسل میں مصروف ہوں۔

۱۔ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ — ترجمہ سید نذیر نیازی — صفحات: ۱۰۱ - ۱۲۰

۲۔ اقبال کا نظریۂ زمان ومکان — از ڈاکٹر رضی الدین صدیقی

۳۔ مسئلہ جبر وقدر — از سید ابوالاعلیٰ مودودی

مذہب اور ریاست

علامہ اقبال دین وسیاست کی علیحدگی کے قائل نہ تھے، اور اُسے عیسائیت کے زیر اثر مغربی فلسفہ قرار دیتے تھے، اُن کے خیال میں سیاسی قوت اگر دین کی رہنمائی سے محروم ہو تو شدید نقصان کا باعث

بنتی ہے :-

۱-   لادیں ہو تو ہے زہر ہلال سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک

۲ -   جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اقبال اسلام کو ایک اخلاقی نصب العین ہی نہیں بلکہ ایک مکمل نظام حیات قرار دیتے ہیں، گویا اسلام ایک مملکت ہے جس کی نظریاتی تشکیل روسو JEAN JACQUES ROUSSEAU 1712/1798 کے نظریہ سیاسی سے بہت پیشتر ہو چکی تھی۔ اقبال نے اسلام کی اس برتر اور جامع حیثیت کی وضاحت تشکیل جدید الہیات اسلامیہ کے صفحات ۲۴۰ - ۲۴۱ پر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ عیسائیت کی ابتدا کسی وحدت سیاسی یا مدنی کے طور پر تو نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ ایک نظام رہبانیت تھا اور جب رومی سلطنت حلقہ بگوش عیسائیت ہوئی تو کلیسا اور ریاست دو حریف قوتیں بن گئیں اور ان کے حدود و فرائض کی تعین ایک نہ ختم ہونے والا مسئلہ بن گیا اس کے برعکس اسلام کا ظہور بطور ایک اجتماع مدنی کے ہوا اور قرآن مجید کی بدولت اُسے ایک واضح اور قابل عمل مجموعہ قوانین مل گیا۔ لہذا اسلام میں مذہب اور ریاست کی تفریق بے معنی چیز ہے۔ مزید وضاحت کے لئے دیکھیئے :-

۱ :- حرف اقبال   مرتبہ لطیف احمد شروانی   صفحات : ۱۷ - ۵۴
۲ :- بال جبریل   از اقبال   " : ۱۶۰
۳ :- ضرب کلیم   از اقبال   " : ۱۵۴
۴ :- ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر از اقبال
۵ :- اسلام اور تھیاکریسی   مرتبہ عبدالحمید صدیقی
۶ :- THE POLITICAL PHILOSOPHY OF IQBAL
BY PARVEEN FEROZE HASSAN
۷ :- نیز جادہ و منزل   از سید قطب مترجمہ خلیل حامدی

رہبانیت

وہ نظریہ جو جسم کو شر سے بھرا ہوا اور ناپاک سمجھا لہٰذا جسمانی تقاضوں کو زیادہ سے زیادہ کچل کر روحانی بالیدگی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے رہبانیت (ASCETISM) کہلاتا ہے، عیسائیت اور بدھ مت میں یہی نظریہ غالب رہا لیکن اسلام نے اس کی شدید مخالفت کی۔ اقبال کہتے ہیں :۔

"میرا مذہب یہ ہے کہ اسلام نے دین و دنیا کے فرائض کو یکجا کیا ہے اور اس طرح بنی نوع انسان کے لئے ایک معتدل راہ قائم کی ہے۔ جہاں یہ سکھایا ہے کہ تمہارا مقصود اصلی اعلائے کلمۃ اللہ ہے وہاں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ لا تنس نصیبك فی الدنیا (دنیا میں اپنا حصہ فراموش نہ کر) دنیا ہیچ است و کار دنیا ہمہ ہیچ، اسلام کی تعلیم نہیں بلکہ صحیح اسلامی تعلیم یہ ہے جو شرح عقائد میں چند الفاظ میں نہایت خوبی کے ساتھ بیان کی گئی ہے، ترک الاسباب جہالت یعنی اسباب دنیا کا ترک کرنا جہالت ہے، والاعتماد علیھا شرک"، اور ان پر اعتماد کرنا شرک ہے۔"

(مقالات اقبال صفحہ : ۱۷۲)

وہ تصوف جو رہبانیت کے زیر اثر ہو اور مسلمان کو عملی زندگی میں حصہ لینے اور تسخیر کائنات سے روکنا نیز ترک دنیا کا عادی بناتا ہے۔ اقبال کے نزدیک عجمی اور غیر اسلامی ہے، علامہ نے "اسرارِ خودی" اور اس سلسلے کی بحث میں اپنا مقصود و مدعا وضاحت سے پیش کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے :۔

مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد صفحات : ۱۵۳ - ۱۸۶

تشکیل جدید الہیات اسلامیہ مترجمہ سید نذیر نیازی " : ۲۳۱ - ۲۵۰

تفہیم القرآن جلد پنجم از سید ابوالاعلیٰ مودودی " : ۳۲۵ - ۳۳۲

تاریخ تہذیب حصہ اوّل مترجمہ مولانا غلام رسول مہر " : ۱۹۵ - ۱۹۸

متھرائیت

سورج، دیوتا یا متھرا (MITHRA) ایک ہندی ایرانی دیوتا جس کی پرستش حضرت عیسیٰ سے پیشتر ایک طویل عرصے تک ہندوستان، ایران اور دیگر متعدد ممالک میں کی جاتی رہی۔ قدیم مذہبی کتابوں

مثلاً ژند اوستا وغیرہ میں متھرا کو سب سے بڑا ایزد، آسمانی روشنی کا دیوتا، اور تمام ممالک کا شہنشاہ بیان کیا جاتا ہے، وہ انسان کا محافظ اور مددگار ہے اس کی روح کو شیطانی اثرات سے بچاتا ہے، روشنی مذہب کی ثنویت میں وہ نیکی (اہورامزدا) کی جانب سے بدی (اہرمن) سے لڑتا ہے، چونکہ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ متھرا کی پیدائش غار میں ہوئی تھی اس لئے وہ اس کی پرستش کی رسوم غاروں یا پوشیدہ جگہوں پر سرانجام دیتے تھے، اس کے سب سے بڑے رسمی عمل میں سانڈ کی قربانی کی جاتی تھی اور ہر یہ عقیدہ اختیار کرنے والے کو سانڈ کے خون سے بپتسمہ دیا جاتا تھا۔ یہ مذہب فوج کے افراد میں بہت مروج تھا۔ اس مذہب کو متھرائیت MITHRAISM کہا جاتا ہے، مزید تفصیلات کے لئے دیکھیے:

CHAMBERS'S ENCYCLOPAEDIA,

VOL. XIII, PAGES 238-239 EDITION 1891

چونکہ اس مذہب میں نیکی کرنے اور اس کی حمایت کرنے کی جملہ ذمہ داری ایک دیوتا پر ڈال دی گئی تھی جس سے انسان کی غیر ذمہ داری کو تحفظ ملا۔ نیز چونکہ اس مذہب کی رسوم عبادت کی ادائیگی رہبانی طریقے کے مطابق ادا کی جاتی تھیں۔ اس لئے اقبال اس مذہب کو انسان کے حق میں زہر قاتل سمجھتے ہیں اور آج بھی ہر وہ طریقہ جو انسان کو ترک دنیا وغیرہ کی تلقین کرے اُسے ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں اسلام ہے جو عبادت کو جنگلوں، صحراؤں یا غاروں وغیرہ کے ساتھ مختص نہیں قرار دیتا بلکہ حضورؐ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ساری زمین اس کے لئے مسجد قرار دے دی گئی ہے، حدیث نبویؐ ہے:

"ہمیں تین باتوں میں سب انسانوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفوں کی مثال ملائکہ کی صفوں کی ہے، ہمارے لئے ساری زمین مسجد ٹھہرائی گئی ہے اور جب پانی نہ ملے تو ہمارے لئے اس کی مٹی پاک ٹھہری۔" (صحیح مسلم)

انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کے اثرات

توحید، اسلام کے بنیادی ارکان میں پہلا رکن ہے، یعنی خدا کو ایک مانا جائے ان صفات کے ساتھ جن کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے نیز اس کی ذات میں کسی کو شریک نہ تسلیم کیا جائے، یہی وہ بیج ہے جس سے اسلام کا شجر پیدا ہوتا ہے۔ انسان کا انسانی زندگی پر ہمہ گیر اثر ہوتا ہے، اسی کی بدولت انسان ہر

نوع کی غلامی سے نجات پالیتا اور سچی آزادی وحریت سے ہمکنار ہوتا ہے، وہ ہر قسم کے مادی امتیازات (رنگ، خون، زبان، وطن وغیرہ) سے بالاتر ہو کر وسیع تر انسانی برادری کا ایک رکن تصور کرتا ہے جس سے قوموں کو جنگ وجدل سے نجات مل جاتی ہے اور اس طرح ہر معاشرہ اور قوم خارجی امن سے بہرہ ور ہوتی ہے، پھر توحید سے یہ احساس بھی پروان چڑھتا ہے کہ انسان دنیا کی کسی شے کا حقیقی مالک نہیں بلکہ امین ہے اُسے چاہیئے کہ وہ اللہ کی امانت کو اُس کے قوانین کے مطابق اسی کی مخلوق کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کرے۔ یہی صورت ہے معاشرے معاشی واقتصادی استحصال سے نجات دلانے اور افراد معاشرہ میں ہر پہلو سے مساوات قائم کرنے کی۔ اس طرح معاشرہ داخلی امن وسلامتی سے ہمکنار ہوتا ہے مزید وضاحت کے لئے دیکھیئے:

۱۔ اسرار ورموز صفحات : ۱۰۴ - ۱۱۴

۲۔ اسرار ورموز صفحات : ۱۸۱ - ۱۹۴

۳۔ حقیقت توحید از امین احسن اصلاحی

۴۔ رسالہ دینیات از سید ابوالاعلیٰ مودودی صفحات : ۷۸ - ۹۶

ملوکیت

اس سے مراد وہ شخصی نظام حکومت ہے جو ایک ہی خاندان میں جاری رہتا ہے۔ اس میں خاندان اہلیت پر ترجیح رکھتا ہے، اس نظام میں بادشاہ کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ قانون اور قابلِ اتباع قرار پاتا ہے۔ بادشاہ کو غلط فیصلوں سے روکنے والی کوئی قوت نہیں ہوتی۔ ہوسِ ملک گیری اس کا خاصہ ہے۔ اسلام نے ملوکیت اور اسی طرح کے دوسرے نظاموں کے برعکس ایک خاص شورائی نظام یا نظامِ خلافت کو متعارف کرایا ہے اقبال بھی اسی قسم کے نظامِ حکومت کے حامی ہیں اسی لئے وہ ملوکیت، مغربی جمہوریت وغیرہ کو انسان کے لئے مفید نہیں سمجھتے۔ مثلاً

سروری در دین ما خدمت گری ست — عدلِ فاروقی و فقرِ حیدری ست (پیام مشرق: ۴۴)

خلافت بر مقام ما گواہی ست — حرام است آنچہ بر ما پادشاہی ست

ملوکیت ہمہ مکر است و نیرنگ — خلافت حفظ ناموس الٰہی ست (ارمغان حجاز: ۱۲۶)

اقبال مغربی جمہوریت کو بھی ملوکیت ہی کا مظہر قرار دیتے ہیں مثلاً

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام   جس کے پردے میں نہیں غیر از نوائے قیصری (بانگ درا:)

اسلامی نظام خلافت کے بارے میں علامہ اقبال کا ایک اہم مضمون ملاحظہ ہو۔

ملوکیت پر تنقید کے لئے دیکھئے: THOUGHTS & REFLECTIONS OF IQBAL BY S.A. VAHID PAGES 56 TO 75

جاوید نامہ   از اقبال   صفحات: ۶۹ - ۷۰

خلافت و ملوکیت کے تقابلی مطالعے کے لئے ملاحظہ کیجئے:

خلافت و ملوکیت از سید ابوالاعلیٰ مودودی صفحات: ۱۵۷ - ۲۰۵

حادثہ کربلا کے اثرات

اسلام میں حکومت کا صرف وہی طریقہ قابلِ قبول ہے جس میں حکمران فرد یا افراد کی جماعت حکومت کو خدا کی امانت تصور کرتے ہوئے خدا اور رسولؐ کی قانونی بالاتری تسلیم کرے اور مطلق العنانی سے دستبردار ہو جائے۔ اس کا مقصد منکر کو مٹانا، معروف کو فروغ دینا، لوگوں میں عدل قائم کرنا، افراد معاشرہ میں اخوت و مساوات کو پروان چڑھانا، کلمۃ اللہ کے غلبہ کی کوشش کرنا، ہر قسم کے تعصبات کو مٹانا، حدود اللہ کو نافذ کرنا ہو، اس حکومت کے تمام امور مسلمانوں کے مشورے سے طے پائیں، عوام صرف معروف میں حکمران کی اطاعت کے مکلف ہوں، کسی شخص کو اقتدار کی حرص نہ ہو نیز حکمران اپنے آپ کو خدا اور عوام کے سامنے جوابدہ سمجھے وغیرہ، حضرت علیؓ کے دور تک ان اصولوں پر عمل ہوتا رہا۔ اسی لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لے کر حضرت علیؓ کے دور کو عہد خلافت راشدہ کہا جاتا ہے، حضرت معاویہؓ سے ملوکیت کا آغاز ہوا، جس کا اظہار یزید کی ولی عہدی کی صورت میں ہوا، حضرت حسینؓ نے اسلامی خلافت کو قیصر و کسریٰ کی ملوکیت میں تبدیل ہونا گوارا نہیں کیا اور یزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور کربلا کے میدان میں اپنی اور اپنے اہلِ خانہ کی قربانی پیش کر دی۔ اس طرح حضرت حسینؓ نے اپنی شہادت کے ذریعے ثابت کر دیا کہ اسلام میں شخصی حکومت کا کوئی مقام نہیں، فاسق و فاجر حکمران کی اطاعت مسلمانوں پر فرض نہیں بلکہ غلط حکومت کو مٹانے کی عملی جدوجہد کرنی چاہیئے کیونکہ ایسی حکومت شرک کا درجہ رکھتی ہے۔ مزید مطالعہ کے لئے دیکھئے " در معنیٔ حریت اسلامیہ و سرِ حادثہ کربلا "

۱:۔ اسرار و رموز   از اقبال   صفحات: ۱۲۵ - ۱۲۸

۲:۔   از سید ابوالاعلیٰ مودودی

اسلام اور عورت

دنیا کے اکثر مذاہب نے عورت کو انتہائی حقارت کی نظر سے دیکھا۔ حضور ﷺ نے عورت کو انسانیت کے شرف و عظمت کا مالک قرار دیا۔ اسلام نے انسانی تمدن کی ترقی کے لئے مرد و زن کے لئے الگ دائرہ کار تجویز کئے، عورت کا کام عائلی زندگی کی ترتیب و تزئین و تدبیر ہے جبکہ مرد کے ذمے گھر سے باہر کی دنیا میں جد و جہد کرنا ہے اسلام نہ تو عورت کی تذلیل کے رویے کو درست قرار دیتا ہے اور نہ بے خدا اور عیاش معاشروں کی عطا کردہ بے قید آزادی اس کے لئے قابل قبول ہے، عورت کی سب سے بڑی خدمت گھر کی تنظیم، آئندہ نسلوں کی تربیت و پرورش وغیرہ ہے، اقبال بھی اسلام کے اس اصول کے حامی ہیں۔ اقبال نے عورتوں کے لئے امومت اور تربیتِ اولاد کو لازمی قرار دیا ہے، اور مسلمان عورتوں کے لئے حضرت فاطمۃ الزہرا کے نمونے کی پیروی ضروری قرار دی ہے اِسی طرح دیگر مسائل میں بھی وہ اسلام کے حامی ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:۔

۱:۔ اسرار و رموز از اقبال صفحات : ۱۷۳ - ۱۸۰

۲:۔ جاوید نامہ اقبال " : ۱۲۶ - ۱۲۹

۳:۔ گفتار اقبال مرتبہ محمد رفیق افضل " : ۷۵ - ۸۴

۴:۔ LATTERS AND WRITINGS OF IQBAL
BY B. A. DAR PAGES 63 - 67

۵:۔ پردہ از سید ابوالاعلیٰ مودودی

تصوّف

اسلام میں تصوّف سے مراد اخلاص فی العمل یا تزکیہ نفس ہے۔ بقول شیخ مجدّد الف ثانی ؒ "تصوف فقط تزکیہ اخلاق میں مدد دیتی ہے اور ایمان بالغیب ہی حق ہے، اتباعِ سُنت ہی ارتقائے روحانی کی منزل آخر ہے۔" لیکن بعض غیر مسلم اقوام کے زیر اثر اسلامی تصوف میں غیر اسلامی اثرات داخل ہوگئے اور تصوّف و فقر رہبانیت اور ترکِ دنیا کا ہم معنی ہوگیا۔ اقبال نے ۱۹۱۵ء میں اسرارِ خودی شائع کی تو اُس میں تصوّف میں شامل غیر اسلامی عناصر کی نشاندہی کی، جس پر آپ کو بعض حلقوں کی طرف سے شدید طنز و تعریض کا سامنا کرنا پڑا۔ علامہ اقبال نے اس ضمن

میں خالص اسلامی تصوّف کی وضاحت کے سلسلے میں جو مقالات لکھے وہ اکثر و بیشتر مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد میں ملتے ہیں۔ علاوہ ازیں ملاحظہ کیجئے:۔

۱:۔ اقبال اور تصوّف از پروفیسر محمد فرمان ایم۔اے

۲:۔ قرآنی تصوّف اور اقبال از پروفیسر شاہ محمد عبدالغنی ایم۔اے

۳:۔ علاّمہ اقبال اور تصوّف از سید محمد عبدالرشید فاضل

فلسفہ تاریخ

قوموں کے لئے تاریخ کو وہی اہمیت حاصل ہے جو افراد کے لئے قوّت حافظہ کو۔ علامہ فرماتے ہیں:۔

"افراد کی صورت میں احساسِ نفس کا تسلسل قوّت حافظہ سے ہے، اقوام کی صورت میں اس کا تسلسل و استحکام قومی تاریخ کی حفاظت سے ہے۔ گویا قومی تاریخ حیات ملیہ کے لئے بمنزلہ قوتِ حافظہ کے ہے جو اس کے مختلف مراحل کے حسیات و اعمال کو مربوط کرکے قومی انا کا زمانی تسلسل محفوظ و قائم رکھتی ہے۔"

(دیباچہ رموزِ بے خودی مندرجہ مقالاتِ اقبال)

اس نظریہ کی مزید توضیح علامہ نے جن مقامات پر فرمائی ہے ان کے حوالے درج ذیل ہیں:۔

اسرار رموز از اقبال صفحات: ۱۷۱ - ۱۷۳

تشکیل جدید الہیات اسلامیہ مترجمہ سید نذیر نیازی 〃 : ۲۱۲ - ۲۱۷

نیز دیکھئے:۔

اسلام کا فلسفہ تاریخ از عبدالحمید صدیقی

QURANIC CONCEPT OF HISTORY
BY MAZHAR-UD-DIN SIDDIQI

امام ابن تیمیہ

تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن محمد بن تیمیہ (۱۲۶۳ء - ۱۳۲۸ء) مشہور مسلم عالم دین، مصلح اور مجاہد ہیں، انھوں نے اپنے دور میں خالص اسلام کے احیاء کے لئے اور رسوم

پرستی، قبر پرستی اور پیر پرستی ایسی بدعات کے خلاف زبان وقلم سے زبردست جہاد کیا۔ آپ کی تصانیف کی تعداد تین سو کے قریب بتائی جاتی ہے، بعد کے ادوار میں مسلمانوں میں جو اصلاحی تحریکیں اُبھریں اُن میں سے اکثر و بیشتر ان سے متاثر تھیں۔ اسی لئے علامہ اقبال نے اُن کا ذکر بڑی عقیدت اور محبت سے کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے:۔

تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ مترجمہ سید نذیر نیازی صفحات: ۲۳۳ - ۲۳۴

ابنِ تیمیہ کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے:

۱:۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد اوّل، صفحات: ۴۴۸ - ۴۵۹

۲:۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا پی ایچ ڈی کا مقالہ

کارناموں کے لئے ملاحظہ کیجئے:۔

تجدید و احیائے دین از سید ابوالاعلیٰ مودودی صفحات: ۴۷ - ۷۹

سر سید احمد خان

سر سید احمد خان (۱۸۱۷ء - ۱۸۹۸ء) مشہور ہندوستانی مسلم ادیب، مصلح قوم بانی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ وغیرہ۔ سرسید کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو مغربی تعلیم کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا، اصلاح معاشرت اور اردو ادبیات میں سادہ، عام فہم، مقصدی اور منطقی نثر کی بنیاد رکھی، نیز اسلامی تعلیمات کو مغربی اصولوں کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی، اُن کی تحریک میں رعب و یاس دونوں پہلو شامل تھے۔ علامہ اقبال علی گڑھ تحریک کی مغرب نوازی کے ناقد تھے لیکن بعض معاملات میں سرسید کی سیاسی بصیرت کے معترف بھی تھے۔ مثلاً

حرفِ اوّل ۔ مرتبہ لطیف احمد شروانی ، صفحات: ۱۴۸ - ۱۴۹

بانگِ درا از اقبال " : ۴۲ - ۴۳

"احمدیت اور اسلام" کے موضوع پر تحقیق کے سلسلہ میں اقبال کو سرسید کے بارے میں بعض نئے حقائق کا علم ہوا تو انہوں نے ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی اور پروفیسر ڈاکٹر ظفر الحسن صدر شعبہ فلسفہ کو خطوط لکھے کہ سرسید کی سیاسی فکر پر تحقیق کا انتظام کیا جائے۔ ملاحظہ ہو۔

مجلہ "صحیفہ" لاہور اقبال نمبر صفحات: ۲۲۲ - ۲۲۴

سرسید احمد خان کے تفصیلی حالات اور کارناموں کے لئے دیکھئے:۔

حیاتِ جاوید از مولانا الطاف حسین حالی

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد دوم صفحات: ۱۱۷ - ۱۲۲

محمد بن عبدالوہاب، وہابی، وہابیت

لفظ وہابی یا وہابیت سے بعض مستشرقین نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ اس مسلک کے بانی شیخ محمد نہیں بلکہ اُن کے والد شیخ عبدالوہاب تھے۔ اور شیخ محمد اُن کے جانشین تھے۔ شیخ محمد کے پیروکاروں کو وہابی اور اُن کے مسلک کو وہابیت کہنا کسی صورت درست نہیں۔ اُن کے مسلک کو طریقہ محمدیہ کہا جا سکتا ہے۔

اٹھارھویں صدی مسلمانوں کے زوال کی آئینہ دار تھی، اسلام کی اصل تعلیمات گناہوں سے اوجھل ہو چکی تھیں، جاہل عوام طرح طرح کے شرکیہ افعال میں مبتلا ہو چکے تھے۔ اس پر آشوب دور میں محمد بن عبدالوہاب نجد کے مقام عینیہ (بار الشیخ) کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے (۱۷۰۳ء)۔ شیخ محمد بچپن ہی میں ذہانت و فطانت میں ممتاز تھے۔ عنفوان شباب ہی میں فقہ، حدیث اور تفسیر وغیرہ علوم میں دستگاہ حاصل کر لی تحصیل علم کے ساتھ وہ اپنے ماحول میں جہالت اور بے دینی کے اثرات دیکھ کر رنجیدہ ہوتے۔ حجاز میں جاکر آپ نے بزرگ علماء وقت سے کسب فیض کیا۔ اور حریملا سے اصلاح و تبلیغ کا کٹھن کام شروع کر دیا۔ طرح طرح کی مصیبتیں پیش آئیں۔ لیکن آپ بالکل نہ گھبرائے، اُسی دوران آپ نے کتاب التوحید تصنیف کی اور دعوت کو موثر کرنے کے لئے سیاسی وحدت کی طرف توجہ دی۔ آخر کار درعیہ کے امیر محمد بن سعود کے تعاون سے توحید و سُنت کی دعوت کو پھیلانے کا موقعہ ملا۔ کچھ مدت تک اردگرد کے امراء اور شیوخ نے مخالفانہ رویہ اختیار کیا لیکن محمد بن سعود اور ان کے قبیلے کی مدد سے یہ مخالفت ان کی دعوت کو روک نہ سکی۔ متعدد نشیب و فراز کے بعد آلِ سعود نے عرب کے اکثر حصے کو فتح کر کے سعودی حکومت میں شامل کیا۔ (۱۹۲۵ء) شیخ نے پچاس سال تک مسلسل دعوت و تبلیغ کے بعد جون یا جولائی ۱۷۹۲ء میں وفات پائی۔ شیخ محمد نے تقریباً ڈیڑھ درجن کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں کتاب التوحید کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے اس میں شیخ نے توحید اور شرک کے موضوع پر عملی نقطۂ نظر سے قرآن و سنت کی روشنی میں بحث کی ہے۔ شیخ کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے مہدویت یا مسیحیت کے دعوے کے بغیر اصلاح کا کام کیا۔ انہوں نے اقامت دین کے لئے

سعود اور آل سعود کی رہنمائی کی لیکن خود اقتدار کی حرص نہ کی ۔

اہلِ نجد کے خلاف ترکی اور مصری حکومتوں، اشراف مکہ اور انگریزی سیاحوں اور سیاست دانوں نیز جاہل لوگوں نے خوب مخالفانہ پروپیگنڈہ کیا۔ ان کی دعوت کو ایک نئی دعوت قرار دیا۔ حالانکہ ان کے اپنے اقوال کے مطابق ان کا اصل معیار قرآن وسنت کی تعلیمات تھیں ۔ وہ مذہب امام احمد حنبل کے پیرو تھے لیکن ان کی تقلید مطلق میں گرفتار نہ تھے، وہ توحید میں تشبیہہ و تجسم کی نفی کے ساتھ تاویل سے بچتے ہیں جو جملہ ائمہ کا مسلک ہے اُن کے نزدیک مصیبتوں میں غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارنا یا اللہ کے ساتھ غیر کو بھی پکارنا، استغاثہ، توسل، یعنی اللہ کو انبیاء اور صالحین اُمت کی ذات کا واسطہ دینا، کسی مخلوق کی پناہ مانگنا، غیر اللہ کی قسم کھانا، زیارة القبور میں بدعات روا رکھنا وغیرہ غیر پسندیدہ اعمال ہیں۔ شیخ اور ان کے پیروکار جوش اصلاح میں افراط کا شکار بھی ہوجاتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کے خلاف پھیلائی ہوئی اکثر باتیں خلاف واقعہ ہیں۔ شیخ کے معاصرین نے آپ کو بدنام کرنے کے لئے مشہور کیا کہ اصل میں یہ نبوت کا دعویٰ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن افغا سے کام لیا۔ نیز یہ کہ وہ حدیثوں کو نہیں مانتے یا یہ کہ وہ اہل قبلہ کی تکفیر کرتے ہیں اور مسلمانوں سے قتال جائز سمجھتے ہیں وغیرہ، حالانکہ اُن میں سے کوئی بات بھی درست نہیں ۔ مجموعی طور پر شیخ کے تحریک اصلاحی تھی اور اُس نے اہلِ عرب میں نئی بیداری پیدا کی ۔

علامہ اقبال نے خطبات میں ان کی اصلاحی خدمات کو سراہا ہے۔ اسی طرح اسلام اور قادیانیت کے سلسلہ میں پنڈت نہرو کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے محمد بن عبدالوہاب کو جدید اسلام میں زندگی کی پہلی تڑپ قرار دیا ہے ۔ دیکھئے ۔

تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ مترجمہ سید نذیر نیازی صفحات : ۲۲۵

حرفِ اقبال مرتبہ لطیف احمد شروانی " : ۱۴۸

کتاب التوحید از محمد بن عبدالوہاب مترجمہ

محمد بن عبدالوہاب ۔ ایک مظلوم اور بدنام مصلح از مسعود عالم ندوی

سید محمد علی باب، بابی، بابیت

سید علی محمد جو بعد میں باب کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ۲۰ اکتوبر ۱۸۱۹ء کو جنوبی ایران کے شہر شیراز میں

پیدا ہوئے۔ شیخ محمد نامی ایک شخص سے عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ باب کے والد تاجر تھے۔ پچیس سال کی عمر میں ۲۳ رمئی ۱۸۴۴ء کو انہوں نے اعلان کیا کہ خدا نے انہیں باب کے مقام پر فائز کیا ہے۔ یعنی علی محمد شیرازی ایک عظیم الشان شخص کے فضل کا ذریعہ ہیں جو ابھی پردہ جلال میں مخفی تھا۔ باب کے پہلے اٹھارہ شاگرد اور خود باب مل کر "حروف حی" کہلاتے ہیں۔ انہوں نے تمام شاگردوں کو اپنی آمد کی خبر دینے کے لئے ایران و ترکستان میں پھیلا دیا۔ اور خود دسمبر ۱۸۴۴ء میں مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر اپنی آمد کا اعلان کیا۔ شیعہ علماء نے اُن کی شدید مخالفت کی، حالانکہ وہ امام غائب یا امام مہدی کے ظہور کے منتظر تھے، حکومت نے بھی باب کی سرگرمیوں کا شدت سے نوٹس لیا اور بابیوں پر سختی کی۔ ۹ رجولائی ۱۸۵۰ء کو باب اور اس کے چند ساتھیوں کو تبریز کے فوجی چوک میں گولی سے اڑا دیا گیا۔ باب کی لاش سالہاسال تک ایران میں چھپائے رکھنے کے بعد فلسطین میں کوہ کرمل پر دفن کر دی گئی۔ باب کا غلام کئی ضخیم کتابوں پر مشتمل ہے، بابی عقیدے کے مطابق باب نے جس آنے والے کی بشارت دی تھی۔ وہ بہاء اللہ تھے۔ جن کا اصل نام میرزا حسین علی تھا اور جو حکومت ایران کے ایک وزیر میرزا عباس نوری کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ اور ۱۲ رنومبر ۱۸۱۷ء کو تہران میں پیدا ہوئے میرزا عباس علی باب کے ابتدائی شاگردوں میں سے تھے، ۱۸۵۴ء میں ایک بابی نوجوان صادق نامی نے بادشاہ پر حملہ کر دیا جو ناکام رہا اور بابیوں پر شاہی عتاب نازل ہوا۔ میرزا حسین بھی گرفتار ہوئے، چار مہینے کے بعد بغداد کی طرف جلا وطن کر دیئے گئے۔ میرزا یحییٰ المعروف بہ صبح ازل کی آمد سے بابیوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اسی دوران ۲۱ راپریل ۱۸۶۳ء کو مرزا حسین علی نے بغداد کے نزدیک ایک مقام نجیب بات کے باغ میں باب کی پیش گوئی اور بشارت کا مصداق "من یظہرہ اللہ" قرار دیا۔ اس باغ کا نام بعد میں باغ رضوان اور یہاں قیام کے بارہ دنوں (۲۱ راپریل تا ۲ رمئی ۱۸۶۳ء) کو عید رضواں کہا گیا۔ میرزا حسین علی قسطنطنیہ اور ایڈریانوپل میں قید رہے۔ ۱۲ راگست ۱۸۶۸ء کو انہیں مکہ اور مرزا یحییٰ کو جزیرہ قبرص بھیج دیا گیا۔ بعد میں رہائی ملی۔ مرزا حسین علی ۲۸ رمئی ۱۸۹۲ء کو بخار میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے۔ آپ کی تصانیف الواح کہلاتی ہیں اور بہاء اللہ آپ کا خطاب ہے۔ بہاء اللہ کے سب سے بڑے فرزند عباس آفندی ۲۳ رمئی ۱۸۴۴ء کو پیدا ہوئے اور بعد میں عبد البہا کہلائے۔ لوگوں کی شکایات پر حکومت عثمانیہ نے عبد البہاء اور اُن کے ساتھیوں کی نظربندی سخت کر دی۔ تحقیقات کے نتیجے میں الزامات بے ثابت ہوئے لیکن اسی عالم میں ترکی میں انقلاب آ گیا اور ستمبر ۱۹۰۸ء میں انہیں قید سے نجات مل گئی۔ اگست ۱۹۱۱ء میں یورپ کا سفر اختیار

کیا۔ جنگِ عظیم اوّل کے بعد ۲۷؍ اپریل ۱۹۲۰ء کو انگریزی سرکار نے سر کا خطاب دیا۔ اسی سال ۲۸؍ نومبر کو فوت ہوئے۔

بابی مذہب کا تمام تر دارومدار مہدی منتظر کے عقیدے پر ہے۔ جسے شیعہ معاشرے میں فروغ حاصل ہوا۔ باب نے اسلام کی تعلیمات کو مسخ کر کے ایک نئے مذہب کے روپ میں پیش کیا۔ جسے وہ ترقی یافتہ اور گذشتہ مذاہب کو مکمل کرنے والا قرار دیتا ہے۔ بابی عقیدے کے مطابق باب، بہاء اللہ وغیرہ نعوذ باللہ حضورؐ سے بڑی شخصیتیں ہیں۔ نیز اسلام جدید دور کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا۔ اُن کے نزدیک قیامت آفتابِ حقیقت کے ظہور، بہشت روحانی زندگی اور خوشی، دوزخ روحانی موت کا نام ہے، مردوں کو زندہ کرنا قبور غفلت وجہالت میں خوابیدہ انسانوں کو روحانی زندگی عطا کرنا ہے۔ اُن کے نزدیک شر کا کوئی وجود نہیں بلکہ یہ عدم محض ہے۔ بابی مذہب کی تقویم، مہینے، سال، عیدیں، تہوار بھی مختلف ہیں۔ اہلِ باب کا انتظام محفلِ روحانی کے سپرد ہے، شادی کے لئے فریقین کے والدین کی رضامندی ضروری ہے اور بوقتِ ضرورت محفلِ روحانی کو اطلاع دے کر علیحدگی ہو سکتی ہے۔ اس مذہب کے پیروکار (بابی) اپنے آپ کو اہلِ بیان کہتے ہیں، اہلِ تشیع کی مخالفت پر اس فرقے نے انتہا پسند سیاسی فرقے کی حیثیت اختیار کر لی، اس مذہب کے دو فرقے ازلی اور بہائی بن گئے۔ ازلی، صبح ازل اور بہائی بہاء اللہ سے متعلق تھے۔ بہائی زیادہ تعداد میں ہیں، باب ہی کی ایک مریدہ قرۃ العین طاہرہ تھی جو اپنے حسن وجمال اور شاعری کے لئے مشہور تھی۔ اقبال کے نزدیک اس مذہب کی روح مجوسی ہے۔ اس لئے وہ اس کو انسانی عظمت کے تصوّر کے منافی اور مسلمانوں کے حق میں تباہ کن سمجھتے ہیں۔ اقبال نے "ضربِ کلیم" کے صفحہ ۴۲ پر محمد علی باب کے زیرِ عنوان اس کے طرزِ استدلال کا خاکہ اڑایا ہے۔

علی محمد باب اور اس کی مذہبی تحریک پر مبسوط مقالہ دیکھیے:۔

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۳ صفحات: ۸۴-۹۰

بہاء اللہ و عصرِ جدید مصنف جے ای ایسلمنٹ مترجم عباس علی بٹ، ۱۹۴۵ء دہلی،

احمدیت (قادیانیت)

ایک مذہبی جماعت جو حضرت محمدؐ کے بعد بھی اجرائے نبوت کی قائل ہے۔ اس کے بانی مرزا غلام احمد ۱۸۳۷ء میں قادیان (ضلع گورداسپور۔ پنجاب) میں پیدا ہوئے، عربی و فارسی وغیرہ کی مروجہ تعلیم حاصل کر کے ... ملازمت ترک کر کے غیر مسلموں کے ساتھ مباحثے شروع کیے، والد کی

وفات پر مباحثوں میں زیادہ حصہ لینے لگے۔ اسی سلسلے میں "براہین احمدیہ" شائع کی، جس کو عام مسلمانوں نے بہت پسند کیا۔ اس کے بعد ۱۸۹۱ء کے قریب مرزا صاحب نے مجدد، محدث، مہدی، مسیح موعود، ظلی، بروزی لغوی، عکسی، مجازی، ناقص اور لغوی نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور مرزا بشیر الدین احمد کے بقول ۱۹۰۱ء میں کامل نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے ساتھ انہوں نے بے شمار عجیب وغریب پیش گوئیاں کیں اور اپنے آپ کو ملہم من اللہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اس سے ہندوستانی مسلمانوں میں شدید انتشار پھیلا مرزا صاحب نے انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جہاد و قتال فی سبیل اللہ کو حرام قرار دیا، انگریزی حکومت کو سایہ رحمت قرار دیا۔ اپنے عقائد کے لئے انہوں نے تحریف قرآن سے بھی گریز نہیں کیا۔ مرزا صاحب نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بمرض ہیضہ بمقام لاہور وفات پائی۔ ان کی وفات کے بعد حکیم نورالدین کو جانشین قرار دیا گیا۔ ۱۹۱۴ء میں ان کی وفات پر بشیر الدین محمود احمد جانشین بن گئے۔ جس پر قادیانی دو گروہوں میں بٹ گئے۔

۱:- قادیانی:- جو بانی احمدیت کو نبی مانتے اور اپنے علاوہ دیگر تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔

۲:- لاہوری:- جو مرزا غلام احمد کو مجدد تسلیم کرتے اور دوسرے مسلمانوں کو کافر نہیں قرار دیتے۔

اقبال شروع شروع میں قادیانی حضرات کے مذہبی اور تبلیغی جوش وخروش کے بڑے قائل تھے۔ لیکن بعد کے ادوار میں بعض ایسے واقعات (کشمیر کمیٹی وغیرہ) پیش آئے جن سے علامہ پر واضح ہوا کہ احمدی یا قادیانی جماعت کا وجود اسلام کے لئے زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے متعدد بیانات شائع فرمائے۔ آپ نے مدلل طریقے سے ثابت کیا کہ اللہ کا دین مکمل ہو چکا ہے اور انسانیت ارتقاء کے ایک ایسے مرحلے میں داخل ہو گئی ہے جہاں اللہ نے وحی کی حدود میں رہ کر عقل کی کارفرمائی کو موقع عطا فرمایا۔ اب جو کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ اللہ کے اس عظیم احسان کو ٹھکرانے اور ملت میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس سلسلے میں آپ کے بیانات ملاحظہ کیجئے:۔

حرفِ اقبال مرتبہ لطیف احمد شروانی صفحات ۱۱۳ - ۱۶۱

قادیانی مذہب کی حقیقت اور ملت اسلامیہ پر اس کے اثرات بد کے مطالعہ کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کیجئے:۔

۱:- قادیانی مذہب از پروفیسر الیاس برنی ۳:- قادیانیت از ابوالحسن علی ندوی

۲:- قادیانی مسئلہ از سید ابوالاعلیٰ مودودی ۴:- ختم نبوت از سید ابوالاعلیٰ مودودی